مفید علمی اضافوں، تحقیق وتخریج اور امثال الحدیث کے ساتھ

امثال

اِصطلاحاتُ المحدّثین

تالیف

شیخ الحدیث مولانا سلطان محمود محدثؒ

تسہیل وتزئین واضافہ

مولانا ابو عمار عمر فاروق

کتاب وسنت کی اشاعت کا مثالی ادارہ

امسال

اصطلاحات المحدثین

تالیف .... شیخ الحدیث مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ

تسہیل وترتیب واضافہ .... مولانا ابو عمار عمر فاروق

اشاعت اول .... جون 2014ء

پاکستان میں ہماری کتب مندرجہ ذیل اداروں سے مل سکتی ہیں

دار الابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز لاہور پاکستان 0300 4453358

فہرست مضامین

حرف تمنا

حدیث کی پہچان مگر کیسے؟

حدیث رسول مقبول ﷺ اور فرمانِ رسولِ امی ﷺ سے ہر مسلمان کو عقیدت وانس اور محبت ہے۔ ہر حقیقی مسلمان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ خاتم النبیین ﷺ کے فرامین و احادیث سے آگاہی حاصل کرے اور پھر اس پر عمل کر کے اپنی آخرت سنوارے۔ حدیث رسول کی پہچان، اس کی تعریف اور حدیث رسول کی اقسام کون کون سی ہیں اور وہ کون سے ذرائع ہیں کہ جن کو اختیار کر کے ہم حدیث کی صحت وضعف کی پہچان کر سکتے ہیں۔ حدیث سے متعلق آگاہی حاصل کرنے کے لیے مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ نے ایک مختصر مگر جامع رسالہ ''اصلاحات المحدثین'' لکھا۔ اللہ کریم نے اس خدمتِ حدیث اور دفاعِ حدیث کے جذبہ کے تحت لکھے گئے کتابچہ کو ایسی مقبولیت عام بخشی کہ عوام الناس اور علماء میں مقبول ہوتے ہوتے یہ مدارس میں دینِ اسلام کے طالب علموں کے نصاب کا حصہ بن گیا۔ اب جب تک کوئی مبتدی طالب علم اس کا مطالعہ نہ کر لے اور اس پر عبور حاصل نہ کر لے وہ حدیث کی پہچان کے مسئلے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ پاک و ہند میں اس رسالہ کو مختلف طباعتی اداروں نے شائع کر کے تشنگاں حدیث تک پہنچایا۔ پاکستان میں یہ سعادت کتاب وسنت کی اشاعت کے مثالی ادارے دارالابلاغ کو حاصل ہوئی کہ وہ اسے "امثال اصطلاحات المحدثین" کے نام سے آپ کی خدمت میں پیش کر سکا۔ اس رسالہ پر اس قدر تحقیقی کام پہلے کبھی نہیں ہوا۔ فللہ الحمد حمداً کثیراً۔

''اس پر استاذ الاساتذہ مولانا عمر فاروق سعیدی حفظہ اللہ نے فٹ نوٹ میں حواشی کی شکل میں مفید وگرانقدر علمی اضافہ جات کیے اور ہر بحث پر مفید علمی حدیثی مثالوں سے مسئلہ کی وضاحت کر دی ہے۔ یوں یہ رسالہ علم حدیث کو جاننے والوں کے لیے بہت آسان عام فہم اور علم کے موتیوں سے جگمگا اٹھا ہے۔ یوں یہ مفید علمی اضافوں اور حواشی میں متن کی شرح و وضاحت کی شکل میں سچی علمی مثالوں کا ایک نادر خزینہ بن گیا ہے۔ اس پر مزید کام اور پروف ریڈنگ و نوک پلک سنوارنے کا کام بھائی حافظ تنویر الاسلام صاحب آف شرقپور نے کیا ہے۔ اب یہ پہلے کی نسبت بہت زیادہ مفید سہل اور علمی نوعیت کا ہو گیا ہے۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ اس پر کام کرنے والے حضرات کو اپنی رحمتوں کا مستحق بنائے اور اسے ان کے لیے دنیا و آخرت میں اجر و ثواب کا باعث ٹھہرائے۔ آمین

خادم کتاب وسنت
محمد طاہر نقاش
۴ اپریل ۲۰۱۴ء...... لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمدللہ رب العالمین وصلی اللہ علی النبی محمد وعلی آلہٖ وصحبہ أجمعین.

احادیث نبویہ کا مبارک علم پڑھنے پڑھانے میں بہت سی اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں، جن سے طالب علم کو آگاہ ہونا ازحد ضروری ہے تاکہ وہ اس علم میں کما حقہ درک حاصل کر سکے، ورنہ اس کے فہم وتفہیم میں بہت سی الجھنیں پیدا ہوتی ہیں۔ اس موضوع پر ائمہ فن وعلماء حدیث نے مختصر ومطول بہت سی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، جو اس راہ کے سالکان کے لیے مشعل راہ ہیں۔

ان میں سے ایک مختصر رسالہ "اصطلاحات المحدثین" کے نام سے ہمارے شیخ محترم جناب مولانا سلطان محمود صاحب رحمہ اللہ نے بھی ترتیب دیا تھا، جس میں اس فن کی بنیادی اصطلاحات کی تفہیم کی گئی ہے اور طلبہ اس سے بخوبی فائدہ بھی اٹھاتے ہیں، مگر شیخ صاحب رحمہ اللہ نے مبتدی طلبہ کی رعایت سے اسے مثالوں سے خالی رکھا تھا۔ لیکن ہمیں اس کی تدریس کے دوران میں ہمیشہ ضرورت محسوس ہوتی رہی ہے کہ ہر اصطلاح کے ساتھ ایک دو مناسب مثالیں بھی ہوں، تاکہ ان کا سمجھنا سمجھانا اور زیادہ آسان ہو جائے۔

چنانچہ راقم نے اس فن کی متداول کتب سے میسر مثالیں جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اصول وقواعد اور ان کی تطبیق ایک انتہائی دقیق عمل ہے۔ میں نے چاہا کہ اس تحریر پر محقق العصر جناب مولانا ارشاد الحق اثری صاحب حفظہ اللہ بھی ایک نظر ڈالیں۔ تو انہوں نے مہربانی فرمائی اور اسے جستہ جستہ دیکھا اور کئی فروگزاشتوں کی اصلاح فرمائی۔ اسی

طرح برادر گرام جناب مولانا محمد خبیب احمد صاحب رفیق ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد بھی بڑے تحقیقی ذوق رکھتے ہیں۔ ان کی توجیہات بھی بڑی اہم تھیں، میں اپنے ان بزرگوں کا انتہائی شکر گزار ہوں۔ بہر حال امید ہے کہ یہ کاوش طلبہ کے لیے مفید ثابت ہوگی اور حضرت اساتذہ کرام بھی اگر مزید رہنمائی فرمائیں گے تو کرم ہوگا اور بہتوں کا بھلا ہو جائے گا۔ إِنْ أُرِيدُ الا الإصْلاحَ وَمَا تَوفِيقى إلا بالله۔

اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا وَزِدْنَا عِلْمًا
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْنَ

عمر فاروق السعیدی

رمضان المبارک ١٤٣٤ھ

جامعہ مِرآۃ القرآن والحدیث
ومعھد الرحمہ
منڈی وار برٹن

أحمده وأصلّی وأسلّم علی رسوله سیّد الأوّلین والآخرین
وعلی أهل بیته وأصحابه أجمعین .

أمّـا بـعد ...... علم حدیث کے تحقیقی مطالعہ کے لیے مصطلاحات محدثین کا جاننا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ عربیت کے لیے صَرف اور نحو، لیکن اس فن میں کوئی ایسا رسالہ نظر سے نہیں گزرا جو اس قدر آسان اور جامع ہو کہ مبتدی طالب علموں کو آسانی سے سمجھ آ سکے، اور کفایت بھی کر سکے۔

اگر چہ بوقت درسِ حدیث اس کمی کا شدت سے احساس ہوتا تھا لیکن اس مشکل کے حل کی طرف کسی وقت بھی ذہن متوجہ نہ ہوا۔

آخر اثری ادارۂ نشر وتالیف کے توجہ دلانے اور پھر مبرم تقاضوں نے ''اصطلاحات المحدثین'' کی تحریر پر مجبور کر دیا اور یہ مختصر سا رسالہ لکھنا پڑا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس رسالہ کو طالبین حدیث کے لیے مفید بنائے اور میرے لیے اور ان لوگوں کے لیے جو اس کی تحریر کا باعث بنے زادِ آخرت بنائے۔ آمین

سلطان محمود کان اللہ لہ

۷/ ۵/ ۶۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحدیث والخبر والأثر والسنّه

محدثین کی اصطلاح میں

الحدیث: جو چیز رسول اکرم ﷺ سے منقول ہو۔ ❶

الخبر: جمہور محدثین کے نزدیک حدیث کا ہم معنی ہے۔ بعض کے نزدیک وہ حوادث تاریخی وغیرہ ہیں، جو غیرِ نبی ﷺ سے منقول ہوں۔ ❷

بعض کے نزدیک حدیث نبوی اور حوادث تاریخی وغیرہ دونوں پر بولا جاتا ہے۔

الأثر: وہ چیز جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم وتابعین عظام رحمہم اللہ سے منقول ہو۔ "حدیث" کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ ❸

---

❶ مثلاً رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ .)) "دین خیرخواہی (ہی کا نام) ہے۔" صحیح بخاری، الایمان، (٥٦) صحیح مسلم، الایمان (٥٥) یا فرمایا: ((اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ .)) "روزہ ڈھال ہے" ترمذی، الایمان، باب ما جاء فی حُرمة الصلاة (٢٦١٦)

❷ مثلاً ((حَاتِمٌ الطَّائِيُّ كَانَ جَوَّادًا مُمَدَّحًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَذٰلِكَ كَانَ ابْنُهُ فِي الْاِسْلَامِ .)) "دور جاہلیت میں حاتم طائی ایک بڑا سخی اور محترم شخص تھا پھر اسی طرح دور اسلام میں اس کا بیٹا (عدی) بھی۔" یہ ایک تاریخی بات ہے۔

❸ مثلاً: ((يُذْكَرُ عَنْ بِلَالٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ جَعَلَ إِصْبَعَيْهِ فِي أُذُنَيْهِ .)) "بیان کیا جاتا ہے کہ جناب بلال رضی اللہ عنہ اذان کہتے ہوئے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں کر لیتے تھے۔" اور ((كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَجْعَلُ إِصْبَعَيْهِ فِي أُذُنَيْهِ .)) "اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ اذان دیتے ہوئے کانوں میں انگلیاں نہ دیتے تھے۔" اور عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ (تابعی) کہتے ہیں کہ اذان باوضو ہو کر کہنی چاہیے ((اَلْوُضُوْءُ حَقٌّ وَسُنَّةٌ .)) "اذان کے لیے وضو لازمی اور سنت ہے۔" صحیح بخاری، کتاب الاذان (٦٣٣).

السنّة: کبھی "حدیث" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی طریقہ مسلوکہ فی الدین کے معنی میں۔ ❹

❹ یعنی وہ عمل جس پر میں عمل کیا جاتا ہے۔ مثلاً سیدنا ابو سعید خدری بیان کرتے ہیں کہ: "دو آدمی سفر میں نکلے اور نماز کا وقت ہوگیا، ان کے پاس پانی نہیں تھا۔ تو انہوں نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی۔ بعد میں پانی مل گیا، جبکہ ابھی نماز کا وقت باقی تھا، تو ان میں سے ایک نے وضو کر کے نماز دہرا لی، اور دوسرے نے نہ دہرائی۔ پھر جب وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور اپنا یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے اس سے جس نے نماز نہ دہرائی تھی فرمایا: ((أَصَبْتَ السُّنَّةَ وَأَجْزَأَتْكَ صَلَاتُكَ .)) (تو نے سنت پر عمل کیا اور تجھے تیری نماز کافی رہی)" اور دوسرے سے فرمایا جس نے نماز دہرائی تھی، تجھے دوگنا ثواب ملا۔" (سنن ابی داود: ۳۳۸، سنن نسائی (۴۳۳) آپ ﷺ نے نماز نہ دہرانے والے کے عمل کو "سنت" سے تعبیر فرمایا۔
اور اسی طرح سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ: ((مِنَ السُّنَّةِ أَن لَا يُحْرِمَ بِالْحَجِّ إِلَّا فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ .)) (صحیح بخاری، کتاب الحج باب: ۳۳) "سنت یہ ہے کہ حج کا احرام صرف حج کے مہینوں ہی میں باندھے (یعنی شوال، ذوالقعدہ، ذوالحج میں)۔"

السَنَد والإسناد والمتن

السَّنَد: حدیث تک پہنچنے کا طریق۔ ❶

الإسناد: سند بیان کرنا۔

کبھی سند کو بھی "إسناد" کہہ دیتے ہیں۔

المتن: کلام کا وہ حصہ جو اسناد کے ختم ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ ❷

---

❶ "سَنَد" کا لفظی معنی سہارا اور اعتماد ہے۔ چونکہ اس سے بعد میں آنے والی بات کے درست یا نادرست ہونے کا اعتماد بیان کرنے والے اشخاص پر ہوتا ہے، اس لیے اسے "سند" کہا جاتا ہے۔

❷ مثلاً صحیح بخاری میں ہے: ((حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: مَنْ يَقُلْ عَلَيَّ مَالَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.)) "سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے: "جس نے میری طرف کوئی ایسی بات نسبت کر دی جو میں نے نہیں کہی تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں سمجھے۔" صحیح البخاری، کتاب العلم، حدیث (١٠٩).

اس حدیث میں شروع سے مسلمہ بن اکوع تک کا حصہ سند یا اسناد ہے اور اس کے بعد "قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ" سے آخر تک متن ہے۔ جو اس ساری گفتگو میں مطلوب ہے۔

ملاحظہ:...... فرامین رسول اللہ ﷺ اور دیگر اخبار و واقعات کا باقاعدہ سند کے ساتھ بیان کرنا امت محمدیہ کا خاص امتیاز ہے اور دینی مسائل میں انتہائی تاکیدی عمل ہے۔ جناب عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا معروف قول ہے کہ: ((اَلْإِسْنَادُ مِنَ الدِّيْنِ لَوْلَا الْإِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ.)) مقدمه صحيح مسلم (٣٢) مقدمه ابن الصلاح (١/١٥٠).

"سند کا حاصل کرنا اور اسے بیان کرنا دین کا حصہ ہے، اگر سند نہ ہوتی تو جو بھی چاہتا من مرضی کی بات کہے جاتا۔"

احادیث کی اقسام

قِلّت و کثرتِ طُرُق کے اعتبار سے

المتواتر: جس حدیث کے بیان کرنے والی ایسی بڑی جماعت ہو،
جس کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا، یا اتفاقی طور پر جھوٹ پر مجتمع ہو جانا عادۃً
محال ہو۔
اور یہی کثرت ابتدا سے انتہا تک جمیع طبقات میں موجود ہو، یعنی کسی
جگہ کمی واقع نہ ہو،
اور اس خبر کا تعلق مشاہدہ یا سماع سے ہو، [1]
اور یہ خبر مفید علم بھی ہو۔ [2]

---

[1] یعنی بیان کرنے والا کہے کہ: "میں نے یوں یوں دیکھا۔ یا سنا۔" اور حدیث ((مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ .)) (صحيح بخاری، كتاب العلم) متواتر احادیث میں سے ہے۔
"جس نے مجھ پر عمداً (جان بوجھ کر) جھوٹ بولا، وہ اپنی جگہ آگ میں سمجھے۔" اس حدیث کو بیان کرنے والے صحابہ کی تعداد بہتر (۷۲) ہے۔ اسی طرح حوض کوثر کے بارے میں حدیث پچاس صحابہ کرام سے مروی ہے۔ نماز میں رفع الیدین کرنے کے بارے میں حدیث پچاس صحابہ کرام نے بیان کی ہے اور پھر ان کے بعد تابعین اور تبع تابعین کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ تو یہ سب احادیث متواتر ہیں۔

[2] اس جملے کے بارے میں صحیح تر تعبیر یہ ہے کہ: (ان شرائط کے تحت) ایسی "خبر مفید علم ہوتی ہے۔"

ایک اہم نکتہ: ...... علماء شریعت بیضاء جانتے ہیں کہ دین و شریعت کی بات جاننے ماننے کے لیے تواتر وغیرہ قطعاً کسی طرح بھی شرط نہیں ہے۔ اس میں صرف خبر دینے والے کا دین و ایمان، تقویٰ، صداقت وعدالت، حفظ و امانت اور سماع متصل ہی شرط ہے۔ دراصل تواتر وغیرہ کی بحث یونانی علماء فلسفہ و منطق کی طرف سے مسلمانوں میں رواج پکڑ گئی ہے۔ یہ ایک اہم ترین بحث ہے اور جناب مولانا حافظ ثناء اللہ زاہدی صاحب (رئیس جامعہ اسلامیہ صادق آباد) نے اپنی تالیف نورالانوار کی تحقیق و تعلیق میں تفصیل سے لکھی ہے۔ اور علماء کے لیے قابل مراجعہ ہے۔

المشهور: جس حدیث کی سندیں دو سے زائد ہوں، لیکن تواتر کی شرطیں اس میں جمع نہ ہوسکیں۔ ❶

المستفیض: فقہاء کی اصطلاح میں "مشہـــور" کو کہتے ہیں۔ بعض کے نزدیک وہ حدیث ہے جس کے راویوں کی تعداد ابتدا سے انتہا تک ہر طبقہ میں برابر ہو۔ ❷

العزیز: جس حدیث کے رواۃ تمام طبقات میں دو دو ہوں یا کسی ایک طبقہ میں دو رہ جائیں، خواہ باقی طبقات میں دو سے زائد بھی ہوں، یعنی کسی طبقہ میں دو سے کم نہ ہوں۔ ❸

---

❶ مثلاً سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ: ((قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شَهْراً بَعْدَ الرُّكُوْعِ، يَدْعُوْ عَلٰى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ.)) "رسول اللہ ﷺ ایک ماہ تک رکوع کے بعد قنوت کرتے رہے، آپ اس میں قبیلہ رعل اور ذکوان پر بددعا کرتے تھے۔" صحيح بخاری، كتاب المغازی، حديث (٤٠٩٤)، صحيح مسلم (١٠٤٧).
اس حدیث کو سیدنا انس سے قتادہ، زہری اور ابومجلز نے روایت کیا ہے، پھر ان کے بعد روایت کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اس طرح یہ حدیث محدثین کے نزدیک مشہور قرار پائی ہے۔ (تدریب الراوی)

❷ مثلاً یہ حدیث: ((نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَءً اَسَمِعَ مَقَالَتِيْ فَوَعَاهَا حَتّٰى يُؤَدِّيَهَا إِلٰى مَنْ لَمْ يَسْمَعْهَا.)) "خوش وخرم رکھے اللہ تعالیٰ اس آدمی کو جس نے میری بات سنی، اسے یاد رکھا، اور پھر اس شخص تک پہنچا دی جس نے نہ سنی تھی۔" ابو داود، العلم، باب فضل نشر العلم حديث (٣٦٦٠) معرفة علوم الحديث، توجيه النظر.
اسی طرح فقہاء کے نزدیک "اَبْغَضُ الْحَلَالِ عِنْدَ اللّٰهِ الطَّلَاقُ" اللہ کے نزدیک سب سے بڑھ کر ناپسندیدہ حلال عمل طلاق دینا ہے۔" مستفیض روایت ہے۔

❸ حدیث عزیز کی یہ صورت کہ ساری سند کے تمام طبقات میں صرف دو دو راوی ہی ہوں، اس کی مثال پیش کرنا نہایت مشکل ہے۔ البتہ کسی طبقہ میں صرف دو رہ جائیں، تو اس کی مثالیں بہت زیادہ ہیں۔ مثلاً حدیث: ((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ.)) "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں (محمد ﷺ) اس کے نزدیک اس کے باپ، اولاد بلکہ سب ہی لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ بن جاؤں۔" صحيح البخاری، الإيمان، باب حب الرسول من الإيمان (١٥)، صحيح مسلم الإيمان، (١٦٩) باب وجوب محبة الرسول.
اس حدیث کو روایت کرنے والے جناب انس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما ہیں۔ اس کے بعد انس سے قتادہ بن دعامہ اور عبدالعزیز بن صہیب روایت کرتے ہیں۔ قتادہ سے شعبہ اور سعید بن ابی عروبہ روایت کرتے ہیں۔ جبکہ عبدالعزیز سے اسماعیل بن عُلَیّہ اور عبدالوارث بن سعید روایت کرتے ہیں۔ ذیل کے نقشہ سے مزید وضاحت ہو جائے گی۔
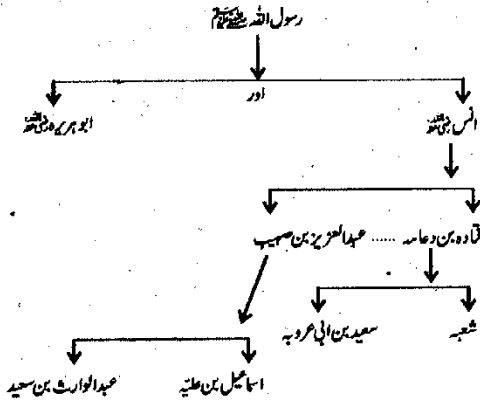
الغریب: جس حدیث کی سند کے کسی طبقہ میں صرف ایک راوی ہو۔

اس کی دو قسمیں ہیں:

غریب مطلق: جس کی اصل سند میں تفرد ہو، اسے فرد مطلق بھی کہتے ہیں۔ ❶

غریب نسبی: جس کی اصل سند میں تو تفرد نہ ہو لیکن کسی ایک راوی کی نسبت تفرد ہو۔ ❷

---

❶ مثلاً صحیح بخاری کی پہلی حدیث: ((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ .)) "اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔"
اسے صرف سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہی روایت کرتے ہیں اور عمر سے روایت کرنے والے علقمہ بن ابی وقاص اور ان سے محمد بن ابراہیم التیمی روایت کرنے میں منفرد ہیں۔
[خیال رہے کہ اس حدیث کی دیگر اسانید اگرچہ موجود ہیں مگر وہ ضعیف ہیں۔] (شرح نخبة الفكر)

❷ مثلاً اوپر "حدیث عزیز" کی مثال میں غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اسماعیل بن علیہ ایک معروف اور کثیر تعداد شاگردوں کے شیخ ہیں، مگر مذکورہ بالا حدیث ((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ ....)) ان سے صرف ان کا ایک شاگرد ابوبکر بن ابی شیبہ ہی روایت کرتا ہے۔ ابوبکر کی نسبت سے یہ حدیث غریب نسبی کہلاتی ہے۔
اسی طرح حدیث: ((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ،)) کے روایت کرنے والے سبھی اہل مدینہ سے ہیں۔ اس طرح یہ حدیث صرف اہل مدینہ کے روایت کرنے کی وجہ سے غریب نسبی ہوئی کہ دیگر اہل مکہ وغیرہ سے یہ روایت معروف نہیں ہے۔

حدیث کی اقسام منسوب الیہ کے اعتبار سے

المرفوع: جو حدیث رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہو۔ [1]

اس کی تین اقسام ہیں:

۱۔ **قولی:**...... جو رسول اللہ ﷺ کا قول ہو۔

۲۔ **فعلی:**...... جو رسول اللہ ﷺ کا فعل ہو۔ [2]

۳۔ **تقریری:** ...... وہ قول جو آپ کے سامنے کہا گیا ہو یا وہ فعل جو آپ کی موجودگی میں کیا گیا ہو اور آنحضرت ﷺ سے اس پر انکار منقول نہ ہو۔ [3]

پھر ان تینوں میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ صریح۔ ۲۔ حکمی

قولی صریح: جس کے بیان کرنے میں یوں کہا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا: [4]

---

[1] مثلاً: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((بُنِیَ الْإِسْلَامُ عَلَی خَمْسٍ.)) ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔'' (بخاری، الایمان، ح: ۸)

[2] مثلاً: ((صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَاشُوْرَاءَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ.)) ''رسول اللہ ﷺ نے دسویں محرم کا روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا۔ (یعنی فریضہ رمضان سے پہلے)۔'' صحیح بخاری: (۱۸۹۲)، وصحیح مسلم: (۱۱۲۵).

[3] مثلاً: سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ امام کے پیچھے ظہر اور عصر کی نمازوں میں پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت بھی پڑھا کرتے تھے اور بعد کی دو رکعتوں میں (صرف) سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث: ۸۴۳) اس عمل میں رسول اللہ ﷺ کی توثیق ہے، ورنہ آپ منع فرما دیتے۔

[4] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں۔'' مسند احمد: (۹۳٤۱) (مسلم الأدب، ٥٦٥١)

قولی حکمی: کسی صحابی کا ایسا قول جو استنباط اور قیاس کی بنا پر نہ کہا جا سکے اور اہل کتاب سے ماخوذ ہونے کا محتمل بھی نہ ہو۔ جیسا کہ تقدیرات شرعیہ۔ ❶

فعلی صریح: جس میں آنحضرت ﷺ کا فعل نقل کیا گیا ہو۔ ❷

فعلی حکمی: کسی صحابی کا ایسا عمل جو قیاس اور اجتہاد کی بنا پر نہ کیا جا سکتا ہو۔ ❸

---

❶ ''تقدیرات شرعیہ'' سے مراد کسی شرعی مقدار کا بیان مثلاً کسی نماز کی تعداد رکعات، کوئی ورد وظیفہ پڑھنے کی تعداد اور اس پر کسی متعین اجر وثواب کا ذکر یا صدقے کی مقدار۔ یا کسی حد شرعی میں کوڑے مارنے کی تعداد۔ یا کسی کام کے جائز یا ناجائز ہونے کا بیان وغیرہ ''تقدیرات شرعیہ'' ہیں۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا جو اپنی نماز میں رکوع وسجود درست نہ کر رہا تھا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: ''تو نے نماز نہیں پڑھی ہے، تو اگر ایسے ہی کرتا رہا اور مر گیا تو اس فطرت کے خلاف پر مرے گا جو اللہ نے محمد ﷺ کو دے کر بھیجی ہے (یعنی دین)۔'' (بخاری: ۷۹۱)

مثلاً: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول: ((مَنْ أَتٰی سَاحِرًا أَوْعَرَّافًا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ .)) (صحیح مسلم، الأدب، ۵۸۲۱) ''جو شخص کسی جادوگر یا غیب کی باتیں بتانے والے کے پاس جائے تو اس نے محمد ﷺ پر نازل کی گئی چیز (دین) کا کفر کیا۔''

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان: ((وَالَّذِيْ نَفْسُ أَبِيْ هُرَيْرَةَ بِيَدِهٖ إِنَّ قَعْرَ جَهَنَّمَ لَسَبْعُوْنَ خَرِيْفًا .)) (مسلم) ''قسم اس ذات کی کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جان اس کے ہاتھ میں ہے بلاشبہ جہنم کی گہرائی ستر سال کی مسافت ہے۔''

❀ جناب عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ: ((إذا رفع يديه عند الركوع وعند رفع رأسه من الركوع، فله بكل إشارة عشر حسنات .)) (معرفة السنن والآثار للبيهقي رواية: ۸۳۹، ایضا السلسلة الأحاديث الصحيحه حديث: ۳۲۸۶) ''رکوع کے لیے جاتے اور اس سے سر اٹھاتے ہوئے رفع الیدین کرے۔ تو اس کے لیے ہر اشارے پر دس نیکیاں ہیں۔''

علاوہ ازیں: ...... بدأ الخلق سے متعلق باتیں، انبیاء علیہم السلام کے احوال یا مستقبل میں فتن وملاحم اور قیامت کے امور ایسی چیزیں ہیں کہ استنباط وقیاس سے نہیں کہی جا سکتی اور نہ ہی ان کے اہل کتاب سے ماخوذ ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔ (تدريب الراوي، ج اول، ص: ۱۹۰، وشرح نخبه)

❷ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ: ''رسول اللہ ﷺ وضو کرتے ہوئے اپنی ڈاڑھی میں خلال کیا کرتے تھے۔'' (ترمذی، الطهارة: ۳۱)

❸ مثلاً سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ: ((أَنَّهُ صَلّٰی فِيْ زَلْزَلَةٍ سِتَّ رَكْعَاتٍ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ وَقَالَ هٰكَذَا صَلَاةُ الْآيَاتِ .)) (بيهقي بحواله بلوغ المرام، حديث: ۴۷۸/۹، صلاة الكسوف) ''انہوں نے زلزلہ کے موقعہ پر (دو رکعات پڑھائیں اس طرح کہ ان میں) چھ رکوع اور ⇦⇦⇦

تقریری صریح: جس میں بیان کیا گیا ہو کہ یہ بات نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں کہی گئی یا یہ کام ان کی موجودگی میں کیا گیا اور آپ ﷺ سے اس پر انکار بھی منقول نہ ہو۔ ❶

تقریری حکمی: کسی صحابی کا قول کہ ہم آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ایسا کہا کرتے یا ایسا کیا کرتے تھے اور آنحضرت ﷺ سے اس کا خلاف بھی منقول نہ ہو۔ ❷

الموقوف: جو اثر کسی صحابی کی طرف منسوب ہو۔ ❸

صحابی وہ شخص ہے جس نے بحالت اسلام رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی ہو اور اسلام پر وفات پائی ہو۔ تمام صحابہ ائمہ سنت کے نزدیک صاحب عدالت ہیں۔ ❹

⇐⇐⇐ چار سجدے کیے اور فرمایا کہ (الٰہی) آیات کے مواقع پر ایسے ہی نماز ہوتی ہے۔

❀ خطبہ جمعہ وعید میں صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوا کرتے تھے: ((إذا استوىٰ على المنبر استقبلناه بوجوهنا.)) (ترمذی: ٥٠٩)

❶ مثلاً سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ''حج میں منٰی سے عرفات جاتے ہوئے ہم میں سے کچھ لوگ لبیک لبیک پکار رہے تھے، تو ان پر کوئی انکار نہ کیا جا رہا تھا اور کئی اللہ اکبر اللہ اکبر کہہ رہے تھے تو ان پر بھی کوئی انکار نہ کیا جا رہا تھا۔ (بخاری الجمعة (٩٧٠)

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: ''میں رسول اللہ ﷺ کو احرام کے وقت احرام باندھنے سے پہلے اور اسی طرح (١٠ ذوالحج کو) حلال ہونے کے وقت بیت اللہ کا طواف کرنے سے پہلے خوشبو لگایا کرتی تھی۔'' (بخاری، الحج، (١٧٥٤) صحيح مسلم الحج، (٢٨٢٤)

❷ مثلاً: ((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ كُنَّا نَقُوْلُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَيٌّ أَفْضَلُ أُمَّةِ النَّبِيِّ ﷺ بَعْدَهُ أَبُوْ بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ رضی اللہ عنہم.)) (ابو داؤد، السنة، باب في التفضيل (٤٦٢٨) ''جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہم کہا کرتے تھے جبکہ رسول اللہ ﷺ حیات تھے، اس امت میں نبی ﷺ کے بعد سب سے افضل شخصیت ابوبکر ہیں، پھر عمر پھر عثمان رضی اللہ عنہم۔''

❸ مثلاً سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا کہ کیا کوئی عورت مردوں کے سے جوتے پہن سکتی ہے؟ کہنے لگیں: ''اللہ نے ایسی عورتوں پر لعنت کی ہے جو مرد بننے کی کوشش کریں۔'' (معرفة السنن والآثار، للبيهقي)

❹ عدالت سے وہ ملکہ خیر مراد ہے جس سے انسان شرعی طاعات کے التزام، معاصی سے اجتناب اور عمومی معائب سے دور رہنے پر آمادہ رہتا ہے اور عدالت صحابہ کے بارے میں بے شمار قرآنی آیات وارد ہیں۔ مثلاً سورہ بقرہ میں ہے: ﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾ (البقرة: ٢/ ١٣٧) ''اگر یہ لوگ اسی طرح ایمان لائیں جس طرح کہ تم صحابہ ایمان لائے ہو، تب یہ لوگ ہدایت یافتہ ہو سکتے ہیں۔''

المقطوع: جو اثر تابعی یا تبع تابعی کی طرف منسوب ہو۔ ●

تابعی وہ شخص ہے جس نے بحالت اسلام کسی صحابی سے ملاقات کی ہو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا متبع بالاحسان ہو، اور اسلام پر ہی وفات پائے۔ ●

اور اسی طرح تبع تابعی وہ شخص ہے جس نے بحالت اسلام کسی تابعی سے ملاقات کی ہو اور انہی کے طریقہ مسلوکہ کا متبع ہو اور اسلام پر ہی وفات پائی ہو۔ ●

المُسنَد: جس مرفوع حدیث کی سند ظاہراً متصل ہو۔

بعض محدثین مطلق مرفوع کو بھی مسند کہتے ہیں۔

بعض محدثین صرف متصل کو کہتے ہیں ❹ خواہ مرفوع ہو یا مقطوع ● اور موقوف۔ ●

---

❶ جناب کعب رحمہ اللہ (تابعی) سے مروی ہے کہ "جس نے سورہ تنزیل السجدہ اور تبارك الذی بیدہ الملك پڑھی اس کے لیے ستر نیکیاں لکھی جاتی ہیں، ستر گناہ مٹائے جاتے ہیں اور ستر درجات بلند کیے جاتے ہیں۔ (اس کی سند مقطوع مگر حسن ہے اس کے رجال ثقہ ہیں۔ (سلسلہ الاحادیث الضعیفہ: ۵۸۵)

مثلاً امام مالک رحمہ اللہ (تبع تابعی) کا قول ہے: "اللہ عزوجل کی صفات میں سے استواء کا لفظی ولغوی معنی معلوم ومعروف ہے، مگر اس کی حقیقی کیفیت مجہول اور نامعلوم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس صفت پر ایمان رکھنا واجب اور اس (کیفیت) کی کرید کرنا بدعت ہے۔ (کتاب الاسماء والصفات للبیهقی، ۲/۳۰۵، ۸۶۷)

❷ مثلاً: نجاشی شاہ حبشہ، سعید بن المسیب، حسن بصری، محمد بن سیرین اور امام زین العابدین (علی بن الحسین بن علی) رحمہم اللہ

❸ مثلاً: امام مالک، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ رحمہم اللہ۔

❹ مثلاً: سنن ابن ماجہ میں ہے: ((...... شُعْبَةُ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ مَوْلَى لِأُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ إِذَا صَلَّى الصُّبْحَ حِينَ يُسَلِّمُ، اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَرِزْقًا طَيِّبًا وَعَمَلًا مُتَقَبَّلًا.)) (سنن ابن ماجه، حديث: ۹۲۵) "اے اللہ! میں تجھ سے علم نافع، پاکیزہ حلال رزق اور مقبول عمل کی توفیق چاہتا ہوں۔"

یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب (مرفوع) اور سند اس کی متصل ہے، اس لیے "مُسنَد" ہے۔

❺ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے: ((عَنِ الْحَسَنِ أَنَّهُ كَانَ لَا يَرَى بَأْسًا بِالسِّوَاكِ الرَّطْبِ وَهُوَ صَائِمٌ.)) (الصيام، باب ما ذكر في السواك الرطب للصائم: ۹۱۶۹۔ ۲/۲۹۶) حسن بصری رحمہ اللہ (تابعی) روزے دار کے لیے تازہ مسواک کر لینے میں کوئی (حرج) نہ سمجھتے تھے۔ اس طرح جناب سفیان ثوری رحمہ اللہ (تبع تابعی) سے منقول ہے: ((تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الْعَابِدِ الْجَاهِلِ وَفِتْنَةِ الْعَالِمِ الْفَاجِرِ ⇐⇐⇐

⇐⇐⇐ فَإِنَّ فِتْنَتَهُمَا فِتْنَةٌ لِكُلِّ مَفْتُوْنٍ .)) (اخلاق العلماء للآجرّي، روایت : ٦٣) یعنی ”جاہل عابد اور فاجر عالم کے فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگا کرو، بلاشبہ لوگوں کے لیے ان کے شبہات بہت بڑے فتنے ہوتے ہیں۔“

❻ مثلاً سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: ((عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ كَتَبَ إِلَى عُمَّالِهِ إِنَّ أَهَمَّ أُمُوْرِكُمْ عِنْدِيْ اَلصَّلَاةُ فَمَنْ حَفِظَهَا وَحَافَظَ عَلَيْهَا حَفِظَ دِيْنَهُ وَمَنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا أَضْيَعُ .)) (موطا امام مالك، وقوت الصلاة: ٦)
”سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنروں کی طرف مراسلہ بھیجا کہ تمہارے سب کاموں میں سے میرے نزدیک اہم ترین کام نماز ہے۔ جس نے نماز کی حفاظت اور پابندی کی اس نے اپنے دین کی حفاظت کی اور جس نے نماز ضائع کر دی وہ دیگر کاموں کو بدرجہ اتم زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا۔“

حدیث کی تقسیم

مقبول اور غیر مقبول یا مردود کے اعتبار سے

المقبول: جس حدیث پر ائمہ سنت کے نزدیک عمل واجب ہو۔ ❶

غیر المقبول یا المردود: جس حدیث کے بیان کرنے والے کا صدق راجح نہ ہو۔ ❷

مقبول کی اقسام

[حدیث] مقبول کی چار قسمیں ہیں:

(۱)...... الصحیح لذاتہٖ (۲)...... الحسن لذاتہٖ

(۳)...... الصحیح لغیرہ (٤)...... الحسنُ لغیرہ

الصحیح لذاتہٖ: جس حدیث کے تمام رُواۃ صاحب عدالت اور تامّ الضبط ہوں، سند متصل ہو، معلول اور شاذ بھی نہ ہو۔ ❸

---

❶ یہاں ''واجب'' بمعنی ''ثبوت'' ہے نہ کہ وجوب فقہی، اور سارا ذخیرۂ احادیث صحیحہ اس کی دلیل ہے۔
مثلاً: ((عن ابن عباسٍ رضی اللہ عنہما أن النبیّ ﷺ اِنتَهَشَ مِن كَتِفٍ ثم صلّی ولم يَتَوَضَّأ.)) (ابو داؤد، حدیث : ۱۹۰) ''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے بازو کا گوشت دانتوں سے نوچ کر کھایا، پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔'' اس حدیث کی سند صحیح ہے اور ظاہر ہے کہ یہ عمل فقہی طور پر کسی طرح بھی واجب نہیں ہے۔

❷ مثلاً جامع ترمذی کی یہ حدیث: ((......عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ يَحْيَى الصَّدَفِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "لَا يُؤَذِّنُ إِلَّا مُتَوَضِّئٌ".)) (ترمذی، حدیث : ۲۰۰) (اذان صرف وہی کہے جو باوضو ہو) اس حدیث کی سند میں معاویہ بن یحییٰ الصدفی ایک ضعیف راوی ہے۔
ملاحظہ: ...... اس قسم کی روایات میں بصراحت یہ کہنا کہ: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے'' جائز نہیں۔ بلکہ حسب احوال اشارے سے کہے، مثلاً: ''روایت کیا جاتا یا روایت میں آیا ہے'' وغیرہ۔ (علوم الحدیث، لابن الصلاح)

❸ ان پانچوں اصطلاحات کی توضیح آگے آ رہی ہیں۔ تاہم ''معلول'' کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی حدیث کسی مخفی علت (کمزوری، عیب) کی وجہ سے ضعیف قرار پائے۔ اور ''شاذ'' سے مراد راوی کا کوئی ایسا بیان (حدیث) ہے جس میں وہ اکیلا ہو کہ اس کا کوئی دوسرا ساتھی وہ بات بیان نہ کرے، جو اس نے بیان کی ہے۔

”الصحیح لذاتہ“ کی ضمنی ابحاث اور اس کی متفرق اصطلاحات

العدالۃ: وہ ملکہ جو انسان کو تقویٰ (محارم سے اجتناب) اور مروت (رذائل سے اجتناب کی ملازمت (ہمیشگی) کا شوق دلائے۔ ❶

الضبط: دو قسم پر ہے۔

ضبط الکتاب: کتاب سے احادیث بیان کرے تو کتاب لکھنے اور شیخ کے اصل سے مقابلہ اور تصحیح کر لینے کے بعد اسے اپنے پاس محفوظ رکھے اور ہر قسم کے تغیر سے بچائے۔ ❷

ضبط الصدر: جو کچھ سنے اسے سینے میں محفوظ رکھے اور ہر وقت اس کے استحضار پر قادر ہو۔ ❸

---

❶ محارم: مَحرم اور حَرَام کی جمع ہے...... شرعی اخلاق وآداب کے خلاف اعمال کو ”رذیلہ اور رذائل“ کہتے ہیں۔ ”ملازمت“ بمعنی پابندی ہے۔

❷ شیخ کی اصل کتاب سے نقل کے بعد اس کا تقابل کرنا از حد ضروری ہوتا ہے۔ کیونکہ بعض اوقات نقل کرتے ہوئے کچھ الفاظ رہ جاتے یا غلط لکھے جاتے ہیں یا ان میں کوئی اضافہ ہو جاتا ہے۔ اسی لیے اپنی کتاب کا اصل سے مقابلہ از حد ضروری ہوتا ہے۔

اسی طرح کتاب کی حفاظت کرنا اور اسے تغیر وتبدیلی سے بچانا بھی بہت ضروری امر ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی غیر محتاط اور خائن قسم کے آدمی کے ہتھے لگ جائے اور وہ اس میں سے کوئی اوراق پھاڑ لے یا اس کے الفاظ میں ہی کوئی کمی بیشی کر ڈالے۔

کتاب کی حفاظت نہ کرنے کی ایک صورت یہ بھی ممکن ہے کہ کتاب کھلی پڑی رہی اور اس پر بارش کا پانی پڑ گیا اور کچھ الفاظ مٹ گئے۔ یا ویسے ہی مکھیوں نے اس پر بیٹھ کر اس کے الفاظ خراب کر دیے، کیونکہ مکھیوں کی ⇦⇦⇦

مراتب الصحیح: کتب احادیث کے لحاظ سے صحیح (حدیث) کے سات مرتبے ہیں۔

۱۔ **متفق علیہ:** وہ حدیث جسے امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے اپنی اپنی صحیح میں درج کیا ہو۔ دوسرے محدثین اس حدیث کی روایت میں ان کے ساتھ شریک ہوں یا نہ۔ ❶

۲۔ **اَفـراد بـخـاری:** وہ احادیث جنہیں امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہو۔ اور امام مسلم رحمہ اللہ ان کی روایت میں امام بخاری رحمہ اللہ کے شریک نہ ہوں۔ ❷

۳۔ **اَفـراد مسـلـم:** وہ احادیث جنہیں امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہو اور امام بخاری رحمہ اللہ ان کی روایت میں ان کے شریک نہ ہوں۔ ❸

۴۔ وہ احادیث جو امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ کی متفقہ شروطِ صحت سے متصف ہوں۔ ❹

⇐⇐⇐ گندگی تو حروف پر نقطے محسوس ہوتے ہیں۔

❸ محدثین کرام جو پہلے وقتوں میں حافظ الحدیث ہوا کرتے تھے، ہمارے آج کے اس دور کے حفاظ قرآن کی طرح بلکہ ان سے بھی بڑھ کر ہوتے تھے، کہ جب چاہتے اور جہاں سے چاہتے حدیث بیان کر سکتے تھے، یا ان سے دریافت کی جا سکتی تھی۔ ہمارے اس دور کی ایک نابغہ اور عبقری شخصیت جناب ڈاکٹر ذاکر نائیک صاحب حفظہ اللہ اس عمل کی ایک زندہ اور شاندار مثال ہیں۔ اللہ ان کی حفاظت فرمائے اور فتنوں سے محفوظ رکھے۔

❶ مثلاً: یہ حدیث: ((مَنْ يُّرِدِاللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ .)) "جس شخص کے متعلق اللہ تعالیٰ کسی خیر اور بھلائی کا ارادہ فرما لے اسے اپنے دین کی سمجھ بوجھ عطا فرما دیتا ہے۔" یہ حدیث (صحيح بخاری: ۳۱۱٦) اور (صحيح مسلم: ۲٤۳۹) دونوں میں ہے اور سیدنا معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں۔

❷ مثلاً: ((إِنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ أَوْصِنِيْ قَالَ: لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ مِرَارًا قَالَ: لَا تَغْضَبْ .)) "ایک آدمی نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی وصیت (نصیحت) فرمائیے؟ تو آپ نے فرمایا: غصے نہ ہوا کر...... اس نے اپنی یہ بات بار بار دہرائی (کہ کچھ اور، کچھ اور) تو بھی آپ نے یہی فرمایا کہ غصے نہ ہوا کر۔" یہ حدیث صرف صحیح بخاری (٦١١٦) میں ہے۔ صحیح مسلم میں نہیں ہے۔

❸ مثلاً حدیث: ((مَنْ دَلَّ عَلٰى خَيْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهٖ .)) "جو شخص کسی خیر کی رہنمائی کرے تو اس کے لیے اس پر عمل کرنے والے جتنا ثواب ہے۔" یہ حدیث صرف (صحیح مسلم: ۴۸۹۹) میں ہے۔ صحیح بخاری میں نہیں ہے۔

❹ مثلاً: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ قَالَ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ، غُفِرَتْ ذُنُوْبُهٗ وَإِنْ كَانَ قَدْ فَرَّمِنَ الزَّحْفِ .)) "جس شخص نے یہ کلمہ استغفار پڑھا اس کے (سب) گناہ معاف کر دیے جائیں گے خواہ جہاد سے بھی بھاگ آیا ہو۔" امام نووی رحمہ اللہ ریاض الصالحین (حدیث: ۱۸۸۳) میں فرماتے ہیں، رواه ابو داؤد، والحاكم وقال حديث صحيح على شرط البخاری، ومسلم، یعنی یہ حدیث امام بخاری کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

۵۔ وہ احادیث جن میں امام بخاری رحمہ اللہ کی شروط صحت پائی جائیں۔ ❶

۶۔ وہ احادیث جن میں امام مسلم رحمہ اللہ کی شروط صحت پائی جائیں۔ ❷

۷۔ وہ احادیث جن میں دوسرے محدثین رحمہم اللہ کی شروط صحت پائی جائیں۔ ❸

نوٹ: ...... کسی امام کی شروط صحت سے مراد یہ ہے کہ اس کی حدیث کی سند کے رواۃ وہی ہوں جن سے امام نے اپنی کتاب میں بطور احتجاج روایات اخذ کی ہوں اور ساتھ ہی جس قدر دوسری شرطیں صحتِ حدیث کے لیے ملحوظ رکھی ہوں، وہ بھی اس حدیث میں پائی جائیں۔

اصح الأسانید: جس سند کو کسی ایک محدث نے یا کئی محدثین نے تمام اسانید کی نسبت زیادہ صحیح کہا ہو۔ جیسا کہ "مالك عن ابن شهاب عن سالم عن ابن عمر رضی اللہ عنہما" ❹

---

❶ امام نووی رحمہ اللہ ریاض الصالحین میں رقمطراز ہیں: ((عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: خَيْرُ الْمَجَالِسِ أَوْسَعُهَا.)) "بہترین مجلس وہ ہے جو کشادہ ہو۔" (رواه ابو داود (الأدب، باب في سعة المجلس (٤٨٢٠) باسناد صحيح على شرط البخارى)

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ عَادَ مَرِيْضًا لَمْ يَحْضُرْهُ أَجَلُهُ فَقَالَ عِنْدَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ: "أَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ أَنْ يَّشْفِيَكَ" إِلَّا عَافَاهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ الْمَرَضِ.)) "میں عظمت والے اللہ اور عرش عظیم کے رب سے سوال کرتا ہوں کہ وہ تجھے شفا دے۔" تو اللہ تعالیٰ اسے اس بیماری سے شفا عطا فرما دیتا ہے۔ (رواه ابو داود (٣١٠٦) والترمذى (ابواب البر والصلة (٢٠٠٨) وقال الحاكم حديث صحيح على شرط البخارى)

❷ ریاض الصالحین میں ہے: ((عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: رُصُّوْا صُفُوْفَكُمْ وَقَارِبُوْا بَيْنَهَا وَحَاذُوْا بِالْأَعْنَاقِ. وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ إِنِّيْ لَأَرَى الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ كَأَنَّهَا الْحَذَفُ.)) "تم اپنی صفوں کو ملاؤ، ان کے درمیانی خلا کو پُر کرو اور گردنوں کو بھی برابر کرو۔" اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ وہ تمہاری صفوں کے درمیان گھس آتا ہے گویا کہ وہ بھیڑ کا چھوٹا بچہ ہو۔ (حديث صحيح، رواه ابو داود باسناد على شرط مسلم.)

❸ مثلاً: سنن ابن ماجہ (۲۵۴۰) کی روایت ہے ((......عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ أَقِيْمُوا الْحُدُوْدَ فِي الْبَعِيْدِ وَالْقَرِيْبِ وَلَا تَأْخُذْكُمْ فِي اللّٰهِ لَوْمَةُ لَائِمٍ.)) اللہ کی حدود قریب بعید سب پر نافذ کرو۔ اس سلسلے میں تمہیں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ اس حدیث کے بارے میں کہا گیا ہے کہ هذا إسناد صحيح على شرط بن حبان (یہ سند امام ابن حبان کی شروط کے ⇦⇦⇦

جمہور محدثین کے نزدیک کسی ایک سند کے متعلق علی الاطلاق ایسا حکم لگانا مناسب نہیں ہے۔
البتہ جن اسانید کے متعلق ایسا کہا گیا ہے، وہ مجموعی طور پر دوسری اسانید سے اصح سمجھی جائیں گی۔

المحتف بالقرائن: جس حدیث میں صحت سند کے ساتھ ساتھ مزید خارجی قرائن پائے جائیں، جو اس حدیث کی صحت پر مزید اطمینان کا باعث ہوں۔ جیسے مسلسل بالائمہ یا منقول باصح الاسانید، جب کہ اسے تعدد طرق حاصل ہو۔ ❶

⇐⇐⇐ مطابق صحیح ہے) تفصیل سلسلة الأحاديث الصحيحه للالباني حديث: ٦٧٠.

❹ دی گئی مثال: "اصح الاسانيد" کے سلسلہ میں ایک قول ضرور ہے مگر اس سے راجح تر "مالك عن نافع عن ابن عمر" ہے جیسے کہ امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ کا قول ہے (تدریب الراوی) علاوہ ازیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات میں مندرجہ ذیل سندوں کو اصح الاسانید کہا گیا ہے۔

❀ أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه.
❀ يَحْيَى ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه. (النكت للبقاعي)

❶ مثلاً مندرجہ ذیل حدیث مسلسل بائمہ اهل البیت ہے۔
مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے: ((حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ مِنْ وَلَدِ ذِي الْجَنَاحَيْنِ قَالَ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا يَجِيءُ إِلَى فُرْجَةٍ كَانَتْ عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ فَيَدْخُلُ فِيهَا فَيَدْعُو فَقَالَ: أَلَا أُحَدِّثُكَ بِحَدِيثٍ سَمِعْتُهُ مِنْ أَبِي عَنْ جَدِّي عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ: قَالَ لَا تَتَّخِذُوا قَبْرِي عِيدًا وَلَا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا، وَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ وَتَسْلِيمَكُمْ يَبْلُغُنِي حَيْثُ مَا كُنْتُمْ.)) (حديث: ٧٦٢٤)
"جناب علی بن الحسین (زین العابدین) رحمہ اللہ نے ایک آدمی کو دیکھا جو رسول اللہ ﷺ کی قبر کے پاس ایک طاقچے میں سے اندر چلا جاتا اور وہاں دعا کیا کرتا تھا، تو آپ نے اس سے کہا: کیا میں تمہیں ایک حدیث نہ سناؤں جو میں نے اپنے والد حسین رضی اللہ عنہ سے انہوں نے میرے دادا (علی رضی اللہ عنہ) سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے؟ فرمایا کہ: "میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنا لینا اور نہ اپنے گھروں کو قبرستان، مجھ پر درود پڑھو۔ بلاشبہ تمہارا درود وسلام، جہاں بھی تم ہوئے، مجھے پہنچے گا۔"
اسی طرح امام نسائی رحمہ اللہ کی مندرجہ ذیل حدیث مسلسل بحفاظ الحدیث ہے: ((أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ أَنْبَأَنَا مُحَمَّدٌ أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ أَنَّ حُذَيْفَةَ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَى سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا.))
کہ رسول اللہ ﷺ ایک قوم کے ڈھیر پر آئے اور وہاں کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔
اس سند میں: محمد بن بشار (البندار)، محمد بن جعفر الهذلی غندر، شعبہ بن حجاج اور منصور بن المعتمر معروف حفاظ حدیث ہیں اس طرح یہ سند صحیح اور مسلسل بالحفاظ ہے۔

الحسن لذاته: جس حدیث میں صحیح کی تمام شرائط موجود ہوں۔ صرف اس کے راوی کا ضبط خفیف ہو۔ ❶

الصحیح لغیرہ: وہ حسن لذاتہ حدیث جسے کثرت طرق حاصل ہو۔ ❷

الحسن لغیرہ: جو حدیث صفات رد و قبول کے متعارض ہونے کے باعث واجب التوقف تھی، لیکن کسی خاص قسم کے خارجی قرینہ نے اس کی جانب قبول کو ترجیح دے دی۔ ❸

---

❶ مثلاً "المعجم الأوسط للطبراني" میں ہے:((حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ الطَّائِيُّ حَدَّثَنَا أَبُوْ دَاودَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: طَهِّرُوْا أَفْنِيَتَكُمْ فَإِنَّ الْيَهُوْدَ لَا تُطَهِّرُ أَفْنِيَتَهَا.))
"اپنے گھروں کے صحن اور ماحول کو پاک صاف رکھا کرو، بلاشبہ یہودی لوگ اپنے گھروں کے ماحول کو صاف نہیں رکھتے ہیں۔"......اس حدیث کی سند میں امام طبرانی کا شیخ علی بن سعید قدرے خفیف الضبط ہے۔ اس لیے یہ حدیث اس سند سے حسن لذاتہ ہے۔

❷ مثلاً: سنن کی روایت ہے:((لَعَنَ اللّٰهُ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ.))"ان عورتوں پر اللہ کی لعنت ہے جو قبروں کی زیارت کے لیے بہت زیادہ، یا بار بار جاتی ہیں۔" کہیں لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ کے لفظ بھی ہیں۔ مگر اس کی سند میں عمر بن ابی سلمہ ہے، جو صدوق يُخطِئُ یعنی سچا ہے غلطی کر جاتا ہے۔ اس طرح یہ حدیث کثرت اسانید کی وجہ سے صحیح لغیرہ کے درجہ میں ہے۔(إرواء الغليل، حديث: ٧٧٤)
اسی طرح سنن ابی داود کی یہ روایت:((اِتَّقُوا الْمَلَاعِنَ الثَّلَاثَةَ الْبَرَازَ فِي الْمَوَارِدِ وَقَارِعَةِ الطَّرِيْقِ وَالظِّلِّ.)) "اپنے آپ کو لعنت کا سبب بننے والے تین کاموں سے بچاؤ۔ پانی کے گھاٹوں کے پاس پاخانہ کرنے سے، رستے کے عین بیچ میں اور اسی طرح (لوگوں کے) سائے میں پاخانہ کرنے سے۔ (سنن ابو داود، الطهارة، (٢٦).
یہ روایت انفرادی طور پر ضعیف مگر دیگر صحیح احادیث کی روشنی میں بالمعنی صحیح ہے۔

❸ مثلاً یہ حدیث:((حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا الْأَفْرِيْقِيُّ عَنْ رَجُلٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ أَفْضَلَ الصَّدَقَةِ إِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ.)) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"سب سے افضل صدقہ ساتھیوں کی آپس کی صلح کرنا/صلح کرا دینا ہے۔"(معجم الكبير للطبراني، (٣٢/١٣) (٦٩) مسند عبد بن حميد (٣٣٥) شعب الايمان (١٠٥٧).
اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی ہے، جو باعتبار حفظ ضعیف ہے نہ کہ اپنی عدالت کی رو سے۔ انفرادی طور پر یہ حدیث ضعیف ہے مگر دوسری صحیح حدیث کی معنوی تائید سے بالمعنی صحیح قرار پاتی ہے۔ تو اسے "الحسن لغیرہ" کہا جائے گا۔ (تائیدی حدیث سنن ابی داود میں ہے:۴۹۲۱)
نوٹ:......حدیث حسن لغیرہ میں یہ ہے کہ ضعیف روایت میں راوی کے ضعیف ہونے کا باعث اس کا فسق یا جھوٹ بولنا نہ ہو بلکہ حافظہ کی کمزوری یا انقطاع سند یا راویوں کا مجہول ہونا وغیرہ ہو۔

[حدیث] غیر مقبول یا مردود کی اقسام

حدیث کے غیر مقبول یا مردود ہونے کا سبب یا احادیث کا آپس میں تعارض ہوگا یا نقل کی خرابی۔

التعارض: دو حدیثوں کا مفہوم کے اعتبار سے ایک دوسرے کے منافی ہونا اور ان کی منافات کے رفع کے لیے کوئی وجہ نہ مل سکنا۔ [1]

---

[1] حقیقۃً مجموعہ احادیث میں ایسی کوئی دو حدیثیں نہیں ہیں جو صحیح الاسناد ہوں اور ان میں تعارض بھی ہو اور جہاں محسوس ہوتا ہے وہاں ان کا حل بھی موجود ہے۔ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
''اگر کسی کو کوئی ایسی دو حدیثیں مل جائیں تو میرے پاس لے آئے، میں ان کی توجیہ بتاؤں گا اور تطبیق دے دوں گا۔''
اسی طرح دیگر محدثین نے بھی کہا ہے۔ مثلاً مندرجہ ذیل احادیث بظاہر ایک دوسرے کے خلاف معلوم ہوتی ہیں۔ جن کی محدثین نے توجیہ وتطبیق بیان کر دی ہوئی ہے۔
((لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْءٌ .)) ''نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی۔'' اور ((يَقْطَعُ الصَّلَاةَ الْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ وَالْكَلْبُ الْأَسْوَدُ .)) ''نماز کو توڑ دیتا ہے گدھا، عورت اور کالا کتا۔'' (ابو داود، ترمذی)
یا ((إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسْ حَتّٰى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ .)) ''جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو دو رکعتیں پڑھے بغیر نہ بیٹھے۔'' (بخاری) اور حدیث: ((لَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ .)) ''یعنی عصر کے بعد نماز نہیں حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے اور فجر کے بعد نماز نہیں حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے۔'' (مسلم الصلاۃ، ۱۹۲۳)

ایسی دو حدیثوں کے متعلق محدثین کا طرز عمل جو سرسری نظر میں متعارض معلوم ہوں

جمع بین الأحادیث: ان دونوں حدیثوں سے ایسا مفہوم مراد لینا جس سے وہ ایک دوسرے کے مخالف نہ رہیں۔ اس صورت میں دونوں حدیثوں کو مُختَلَف الحدیث کہتے ہیں۔ ❶

النسخ: نص نبوی یا تصریح صحابی یا تاریخ کے ذریعے معلوم کرنا کہ ان میں سے کون سی حدیث پہلے کی ہے اور کون سی بعد کی۔ متقدِم کو منسوخ اور متأخر کو ناسخ کہتے ہیں۔ ❷

---

❶ مثلاً اوپر کی مثالوں میں نماز ٹوٹنے کے مسئلہ میں جمع وتطبیق یہ ہے کہ جہاں فرمایا کہ "نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی" اس سے مراد اس کا باطل ہونا ہے، یعنی بندے کو چاہیے کہ عام عوارض کو خاطر میں نہ لائے اور سکون سے نماز مکمل کرے۔ اور جہاں فرمایا کہ گدھے، عورت اور کالے کتے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ اس سے مراد بندے کا خشوع وسکون مراد ہے نہ کہ نماز کا سرے سے باطل ہو جانا۔

❷ مثلاً معروف حدیث ہے: ((كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا .)) "میں نے تمھیں پہلے قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا۔ سو اب تم ان کی زیارت کے لیے جایا کرو۔" (مسلم الزكاة، حديث: ٢٢٦٠)
اور تصریح صحابی کی مثال، سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَنَا بِالْقِيَامِ فِي الْجَنَازَةِ ثُمَّ جَلَسَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَأَمَرَنَا بِالْجُلُوْسِ .)) "رسول اللہ ﷺ نے ہمیں پہلے جنازہ دیکھ کر کھڑے ہونے کا فرمایا تھا، پھر بعد میں بیٹھنے لگے اور ہمیں بیٹھے رہنے کا حکم فرمایا۔" (مسند احمد: ٦٢٣).
اور تاریخ سے نسخ معلوم ہونے کی مثال: سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نماز ہے جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی آخری بیماری کے دنوں میں پڑھائی کہ رسول اللہ ﷺ نے بیمار ہونے کی وجہ سے بیٹھے ہوئے پڑھی اور جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ مقتدی ہوتے ہوئے کھڑے تھے۔ ((فَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ قَائِمًا وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَاعِدًا .)) (بخاری: ٧١٣)
امام حمیدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ((وَإِنَّمَا يُؤْخَذُ بِالْآخِرِ فَالْآخِرِ مِنْ فِعْلِ النَّبِيِّ ﷺ .)) "رسول اللہ ﷺ کا آخری آخری عمل ہی لیا جاتا ہے۔" (بخاری: ٦٨٩، مشكاة المصابيح: ١١٣٩)

الترجیح: وجوہ ترجیحات کے ذریعے راجح اور مرجوح معلوم کرنا۔ ❶

ان تینوں صورتوں میں سے کوئی بھی ممکن نہ رہے تو پھر تعارض ہوگا اور اس کا حکم یہ ہے کہ جب تک حقیقتِ حال منکشف نہ ہو جائے، عمل سے توقف کریں گے۔

المحکم: جس حدیث کے معارض کوئی دوسری حدیث نہ ہو۔ یعنی تعارض کا مقابل نوع۔ ❷

نقل کی خرابی: اگر عدمِ قبول کا سبب نقل کی خرابی ہو تو اسے "الضعیف" کہتے ہیں۔

الضعیف: جس حدیث میں نہ تو "صحیح" کے شرائط جمع ہو سکیں اور نہ ہی "حسن" کے۔ ❸

حدیث اگر عدمِ اتصالِ سند کے باعث ضعیف ہے، تو اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱)......ظاہری انقطاع (۲)......مخفی انقطاع

---

❶ علامہ حازمی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ" میں مختلف احادیث میں ترجیح کی پچاس صورتیں بیان فرمائی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ مثلاً کسی مسئلہ میں حدیث کی دو سندیں ہوں، ایک حجازی اور دوسری شامی یا عراقی، تو حجازی سند والی حدیث کو ترجیح ہوگی کیونکہ یہاں کے لوگ دار ہجرت کے رہنے والے مہاجرین والانصار تھے، جنھوں نے وحی وتنزیل کا مشاہدہ کیا تھا، جبکہ دوسروں کو یہ اعزاز حاصل نہیں ہے تو ان (حجازی لوگوں) کی روایت یقیناً راجح ہوگی۔ مثلاً فطرانہ وغیرہ کے لیے صاع کی مقدار کا مسئلہ۔ تو اس بارے میں اہل مدینہ کا صاع ہی راجح اور معتبر ہے نہ کہ دیگر علاقوں کا۔

❷ مثلاً وہ احادیث جس میں نمازوں کے اوقات بیان ہوئے ہیں۔ یہ سب محکم کی مثالیں ہیں۔

❸ جس حدیث کو ائمہ حدیث نے ضعیف کہا ہو، اسے بیان کرنے میں بڑی احتیاط کرنی چاہیے، اس میں صراحت سے یہ کہہ دینا کہ: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے" جائز نہیں۔ چاہیے کہ صراحت کیے بغیر یوں کہا جائے "بیان کیا گیا ہے۔ روایت کیا گیا ہے۔" یعنی صیغۂ تمریض (غیر واضح) استعمال کرنا چاہیے۔

ضعیف کی اقسام، ظاہری انقطاع کی رُو سے

المعلّق: جس حدیث میں انقطاع شروع سند میں ہو اور مؤلّف کے تصرف کی بناء پر ہو۔ خواہ جملہ رُواۃ محذوف ہوں یا بعض۔ ❶

المرسل: جس حدیث میں انقطاع سند کے آخر میں ہو۔ ❷

المعضل: جس حدیث کی سند کے وسط میں دو یا دو سے زیادہ راوی ایک ہی جگہ سے محذوف ہوں۔ ❸

---

❶ مثلاً صحیح بخاری میں ہے: ((عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی: أَنَا مَعَ عَبْدِیْ مَا ذَكَرَنِیْ وَتَحَرَّكَتْ بِیْ شَفَتَاهُ.)) (بخاری، حدیث: ٧٥٢٤)
رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب تک کہ وہ مجھے یاد کرتا رہے اور میری یاد میں اس کے ہونٹ حرکت میں رہیں۔'' اس میں امام بخاری رحمہ اللہ نے سند کے ابتدا سے تقریباً سبھی راوی حذف کر دیے ہیں سوائے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے۔

❷ مثلاً سنن ابی داود میں ہے: ((عَنْ مُعَاذِ بْنِ زُهْرَةَ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ كَانَ إِذَا أَفْطَرَ قَالَ: "اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ".)) ابو داود، الصوم، باب القول عند الإفطار (٢٣٥٨).
معاذ بن زہرہ، تابعین کے درمیانی طبقہ میں سے ہیں۔ اس سند میں صحابی کا واسطہ مذکور نہیں ہے۔ اس لیے یہ روایت مرسل ہے۔

❸ مثلاً موطا امام مالک میں ہے: ((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِیِّ عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ أَبَا هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِلْمَمْلُوْكِ طَعَامُهُ وَكِسْوَتُهُ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا یُكَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا یُطِیْقُ.)) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''غلام مملوک کا حق ہے کہ اسے معروف اور بھلے انداز میں کھانا اور لباس دیا جائے، اور کسی ایسے کام کا مکلف نہ کیا جائے جو اس کی ہمت سے بڑھ کر ہو۔'' (موطا امام مالك الجامع: ٢٠٦٤).
اس حدیث کی سند میں امام مالک اور جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے درمیان دو راوی ایک ہی جگہ سے گرے ہوئے ہیں۔ اس طرح یہ روایت معضل ہے اور ان گرے ہوئے راویوں کی تعیین ہمیں موطا کے علاوہ دوسری کتب حدیث سے ہوتی ہے اور وہ ہیں "محمد بن عجلان عن أبیه" (شرح الموطا)

⇦⇦⇦

المنقطع: جس حدیث کی سند میں ایک راوی محذوف ہو یا ایک سے زیادہ راوی محذوف ہوں، لیکن مختلف مقامات سے۔ ❶

بعض اوقات مرسل اور معضل کو بھی منقطع کہہ دیا جاتا ہے اور کبھی منقطع کو بھی مرسل کہہ دیتے ہیں۔

ضعیف کی اقسام مخفی انقطاع کی رُو سے

المدلَّس: جس حدیث کا راوی مدلِّس ہو۔ ❷

⇦⇦⇦ اسی طرح سنن بیہقی میں ہے: ((أَخْبَرَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ الْحَسَنِ الْقَاضِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ أَنْبَأَنَا الرَّبِيْعُ أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ أَنْبَأَنَا سَعِيْدُ بْنُ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا رَأَى الْبَيْتَ رَفَعَ يَدَيْهِ .)) سنن کبریٰ للبیهقی، الحج، باب القول عن رؤیة البیت (۹۲۱۳).

(عبدالملک بن عبدالعزیز) ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب بیت اللہ کو دیکھتے تو اپنے ہاتھ بلند فرمایا کرتے تھے۔

اس سند میں ابن جریج جو تبع تابعین میں سے ہے، کا براہ راست نبی ﷺ سے بیان کرنا "معضل" ہے کیوں کہ اس میں تابعی اور صحابی دونوں کا ذکر نہیں ہے۔ اور اس کا دوسرا نام منقطع بھی ہوا۔

❶ جامع ترمذی میں ہے: ((حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ أَبِيْ يَزِيْدَ الْهَمْدَانِيُّ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ عَيَّرَ أَخَاهُ بِذَنْبٍ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى يَعْمَلَهُ .)) سنن ترمذی ابواب صفة القیامة، (۲۵۰۵).

"جس نے اپنے بھائی کو کسی گناہ اور غلطی کی عار دلائی تو وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ خود اس گناہ کا مرتکب نہ ہو جائے۔"

اس سند میں خالد بن معدان نے جناب معاذ بن جبل کو نہیں پایا۔ لہٰذا یہ سند منقطع ہے۔

❷ تدلیس، دَلَس سے مشتق ہے۔ اس کا لغوی معنی ہے۔ اندھیرے اور روشنی کا ملا جلا ہونا۔

تدلیس کرنے والے راوی کو مدلِّس (اسم فاعل) اور اس کی روایت کو مدلَّس کہتے ہیں مثلاً معجم طبرانی کبیر میں ہے:

((حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيْدِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ عَمَّرَ جَانِبَ الْمَسْجِدِ الْأَيْسَرِ لِقِلَّةِ أهله فَلَهُ أَجْرَانِ .)) (معجم کبیر، حدیث: ۱۱۲۹۷) "جس شخص نے مسجد کی بائیں جانب کو آباد کیا، کہ اس طرف کم ہی آدمی آتے ہیں، تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔" یہ روایت بقیۃ بن الولید کی وجہ سے ضعیف ہے کیونکہ وہ مدلِّس ہے اور صیغہ عن سے روایت کر رہا ہے۔

التدلیس: کسی راوی کا اپنے کسی ایسے معاصر سے روایت کرنا جس سے اس کا لقاء یا سماع معروف ہو لیکن روایت مذکورہ اس سے نہیں سن سکا، اور روایت بھی ایسے لفظوں سے کرے جو مُوہم سماع ہوں جیسے عن ، قال ، ذکر وغیرہ اور ایسے راوی کو مدلِّس کہتے ہیں۔

عام تدلیس: راوی کا اپنے شیخ کے معاملہ میں یہ طریق اختیار کرنا، ایسے راوی کا اپنے شیخ سے عنعنہ مقبول نہیں ہے۔

تدلیس التسویۃ: راوی کا صرف اپنے شیخ ہی کے بارہ میں تدلیس نہ کرنا بلکہ سند کے کسی بھی حصہ میں دو راویوں کے درمیان تدلیس کر دینا۔ ایسے راوی کی بیان کردہ سند کے کسی بھی حصہ کا عنعنہ مقبول نہیں۔ [1]

المرسل الخفیّ: جس حدیث کا راوی اپنے کسی ایسے معاصر سے روایت کرے، جس سے اس کا لقاء یا عدم لقاء دونوں معلوم نہ ہوں۔ [2]

---

[1] مثلاً معرفۃ علوم الحدیث میں ہے: ((حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ قَالَ لَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، فَقِيلَ لَهُ سَمِعْتَهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ؟ فَقَالَ: لَا وَلَا مِمَّنْ سَمِعَهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِي عَبْدُالرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ.)) (معرفة علوم الحديث لأبي عبدالله الحاكم، (١/١٠٥) النوع معرفة المدلسين الذين لا يميز من كتب عنهم، تدريب الراوي).

"علی بن خشرم بیان کرتے ہیں کہ ہمیں ابن عیینہ نے زہری سے بیان کیا۔ تو پوچھا گیا کہ کیا آپ نے زہری سے سنا ہے؟ تو انہوں نے کہا: نہیں، بلکہ اس سے بھی نہیں جس نے زہری سے سنا۔ بلکہ مجھے عبدالرزاق نے معمر سے اور اس نے زہری سے سنا...... یعنی یہاں عبدالرزاق اور معمر کے دو واسطے حذف کیے گئے تھے۔ تو یہ تدلیس التسویہ کی مثال ہے۔

[2] مثلاً مسند احمد میں ہے: ((عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ.))(١)

(١) موسوعه مسند احمد (٣٨١٥)

جناب عبدالرحمٰن اپنے والد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔"

جن حضرات کے نزدیک عبدالرحمٰن نے اپنے والد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا، ان کے نزدیک یہ سند منقطع اور مرسل خفی ہے۔

مذکورہ بالا اقسام اس وقت تک غیر مقبول میں شامل ہیں جب تک انقطاع یا شبہ انقطاع باقی ہے۔ بصورتِ ثبوتِ اتصال مقبول ہوں گی۔

ضعیف کی اقسام نقصانِ عدالت کی رُو سے

الموضوع: جس حدیث کا راوی کذاب ہو۔ ❶

"کـــذاب" اس راوی کو کہتے ہیں جس سے حدیث نبوی میں جھوٹ بولنا ثابت ہو چکا ہو۔ ❷

المتروك: جس حدیث کا راوی متّهم بالكذب ہو۔

متّهم بالكذب اسے کہتے ہیں جس سے حدیثِ نبوی میں تو جھوٹ بولنا ثابت نہ ہو لیکن عام گفتگو میں جھوٹ بولنا ثابت ہو چکا ہو۔ یا ایسی حدیث کو وہی اکیلا بیان کرے جو اصولِ دین کے خلاف ہو۔ ❸

---

❶ مثلاً معجم طبرانی اوسط میں ہے: ((طَلْحَةُ بْنُ زَيْدِ الرَّقِّيُّ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا أُسْرِيَ بِهِ إِلَى السَّمَاءِ أُوْحِيَ إِلَيْهِ بِالْأَذَانِ فَنَزَلَ بِهِ فَعَلَّمَهُ جِبْرِيلُ ....)) "جب آپ علیہ السلام کو آسمان کی سیر کرائی گئی تو آپ کو اذان کی وحی کی گئی تو آپ اس کے ساتھ آئے اور جبریل نے آپ کو سکھائی......" اس کا راوی طلحہ بن زید الرقی مشہور کذاب ہے۔ (بحواله الاحاديث والآثار التي تكلم عليها الحافظ ابن رجب)

❷ حدیثِ رسول میں عمداً جھوٹ بولنا ایسا سنگین جرم اور کبیرہ گناہ ہے کہ خواہ اس کا مرتکب بعد میں توبہ بھی کر لے تو اس کی روایت قبول نہیں کی جاتی۔ (علوم الحديث ابن الصلاح.) اور موضوع روایت کو اس کی وضاحت کیے بغیر بیان کرنا بھی جائز نہیں۔

❸ مثلاً یہ روایت: ((اَلْحَسَنُ بْنُ عُمَارَةَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ عَنْ بِلَالٍ قَالَ أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَذَّنَّا أَوْ أَقَمْنَا أَنْ لَا نُزِيلَ أَقْدَامَنَا عَنْ مَوَاضِعِهَا.)) الإرواء (٢٨٥/١) (٢٤٩) "رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ جب ہم اذان یا اقامت کہیں تو اپنے قدم اپنی جگہوں سے نہ ہلایا، ہٹایا کریں۔" اس روایت کا راوی الحسن بن عمارہ متروک ہے۔ (بحواله الاحاديث والآثار التي تكلم عليها الحافظ ابن رجب.)

ضعیف کی اقسام عدمِ ضبط، اوہام یا مخالفتِ رُواۃ کی رُو سے

الشاذ: جس حدیث کا راوی خود تو ثقہ ہے لیکن کسی روایت میں اپنے سے اوثق یا اکثر رواۃ کی اس طرح مخالفت کرتا ہے کہ ان میں سے ایک کا صدق دوسرے کے کذب کو مستلزم ہو۔ ❶

ایسے راوی کے مخالف کی روایت کو "المحفوظ" کہتے ہیں۔ ❷

اور اس کی مخالفت کو "مخالفة الثقات" کہتے ہیں۔

المنكر: جس حدیث کا راوی ضعیف ہو اور ثقات کے خلاف روایت کرے ❸

ایسے راوی کے مقابل کی روایت کو المعروف کہتے ہیں۔

---

❶ مثلاً جامع ترمذی میں ہے: ((شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ مَعْدَانَ بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ...... مَنْ قَرَأَ ثَلَاثَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ.)) "جس شخص نے سورہ کہف کی ابتدائی تین آیات پڑھ لیں، وہ فتنہ دجال سے محفوظ رہے گا۔"

علامہ البانی فرماتے ہیں کہ یہ روایت شاذ ہے۔(سلسلة الأحاديث الضعيفه، ج: ٣، حديث: ١٣٣٦)

❷ اوپر کی روایت کے بالمقابل محفوظ روایت یہ ہے کہ: ((مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ.)) "جس نے دس آیتیں یاد کرلیں۔" (صحيح مسلم: ١٨٨٣۔ ابو داود، ٤٣٢٣) مذکورہ بالا روایت میں شعبہ یا اس سے پہلے کسی سے غلطی ہوئی اور "ثلاث آیاتٍ" کہہ دیا۔

❸ ابن ابی حاتم کی روایت ہے: ((حُبَيِّبُ بْنُ حَبِيبٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْعَيْزَارِ بْنِ حُرَيْثٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ أَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَحَجَّ الْبَيْتَ وَصَامَ وَقَرَى الضَّيْفَ دَخَلَ الْجَنَّةَ.)) (معجم اوسط للطبرانی، باب النون، من اسمه نعمان (٩٢٤٧).)

"جناب ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے نماز قائم کی، زکوۃ دی، بیت اللہ کا حج کیا، روزے رکھے اور مہمان نوازی کی تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔" امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے۔ کیونکہ حبیب انتہائی کمزور راوی ہے، اس کے علاوہ دیگر تمام ثقہ راوی اس روایت کو جناب ابن عباس رضی اللہ عنہ پر موقوف بیان کرتے ہیں نہ کہ مرفوع۔ اور اس کا موقوف ہونا ہی "معروف" ہے۔

اور کبھی فاحش الغلط اور کثیر الغفلت راوی کی روایت کو بھی منکر کہہ دیتے ہیں۔

المعلول: جس حدیث کی سند ظاہراً صحیح اور متصل معلوم ہو، لیکن اس میں کچھ مخفی امور اوہام واغلاطِ رواۃ قسم کے آ جائیں، جن کی بناء پر حدیث صحیح نہ رہے۔ ❶

ایسے امور میں محدثین میں سے ماہرِ فن ہی گفتگو کر سکتے ہیں جیسے امام بخاری، امام مسلم، امام ابو حاتم، امام ابو داود، امام احمد وغیرہم من المحدثین رحمہم اللہ۔

علل خفیہ: وہ امورِ خفیہ جو حدیث کے ضعف کا سبب بنیں۔ ❷

المُدرَج: وہ لفظ جو ظاہراً حدیث مرفوع کا حصہ معلوم ہو اور درحقیقت کلامِ نبوت سے نہ ہو۔ ❸

---

❶ مثلاً کسی مرسل یا منقطع حدیث کو موصول بیان کر دینا۔ یا کسی ایک حدیث کو دوسری میں خلط کر دینا۔ یا کسی راوی کا نام دوسرے راوی سے بدل جائے۔ اصل راوی ثقہ ہو مگر بیان کرنے والا کسی ضعیف کا نام بول جائے۔ جیسے کہ ابن مردویہ سے ہوا:

((مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَفَعَهُ أَنَّ اللّٰهَ اَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ .)) ”اللہ تعالیٰ نے تمہاری جاہلیت کا غرور اور اس کی نخوت ختم کر ڈالی ہے۔“

اس کا اصل راوی موسیٰ بن عبیدہ ہے۔ مگر ابن مردویہ نے اسے موسیٰ بن عقبہ بیان کیا، جو ضعیف ہے۔ (شرح شرح النخبة: ١/٤٥٧، فی البحث ”والوھم فی الاسناد والمتن“)

❷ جیسے کہ اوپر کی تفصیل میں کچھ کا بیان آیا ہے۔

❸ مثلاً صحیح بخاری کی دوسری حدیث میں ہے: ((وَكَانَ رسولُ اللّٰهِ ﷺ يَخْلُو بغارِ حِراء فَيَتَحَنَّثُ فيه .)) وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِيَ (رسول اللہ ﷺ غار حرا میں اکیلے بیٹھتے اور کئی کئی رات عبادت کرتے رہتے تھے)۔ اس میں وھو التعبد دراصل حدیث کا لفظ نہیں ہے۔ بلکہ پچھلے کلمہ ”فیتحنث فیہ“ کا ترجمہ ہے، جو راوی کی طرف سے ہے۔

یا ((ھریرۃ رضی اللہ عنہ قَالَ اَسْبِغُوا الْوُضُوءَ...... وَيْلٌ لِلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ .)) ”وضو مکمل کیا کرو...... (خشک رہ جانے والی) ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔“ (بخاری: ١٦٥)

اس روایت میں پہلا جملہ کہ وضو مکمل کیا کرو یہ جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اصل حدیث بیان کرنے سے پہلے تمہیدی جملہ ہے۔ جس کی حقیقت ہمیں صحیح بخاری کی روایت میں توجہ کرنے سے سمجھ آ جاتی ہے۔ (توجیہ النظر)

المضطرب: جس حدیث کے رواۃ اس کی اسناد یا سیاقِ متن میں ایک دوسرے کی مخالفت کریں اور وہ طرق مختلفہ صحت میں بھی برابر ہوں اور ان کے درمیان جمع بھی ممکن نہ ہو۔ پہلی کو مضطرب السند اور دوسری کو مضطرب المتن کہتے ہیں۔ ❶

المقلوب: جس حدیث کی تمام سند کسی دوسری حدیث کی سند سے یا مکمل متن کسی دوسری حدیث کے متن سے یا کوئی ایک لفظ خواہ سند کا ہو یا متن کا، کسی دوسرے لفظ سے بدل جائے۔ ❷

---

❶ مضطرب السند کی مثال:...... جامع ترمذی کے شروع میں (باب ما یقول اذا دخل الخلاء میں) آئی ہے کہ جناب زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی سند میں اضطراب ہے۔ درج ذیل نقشہ ملاحظہ کیجئے:

*...... هشام ...... عن قتادة...... عن زيد بن ارقم

*...... سعيد بن أبي عروبه عن قتادة...... عن قاسم بن عوف الشيباني عن زيد بن ارقم

*...... شعبه ...... عن قتادة ...... عن النضر بن انس...... عن زيد بن ارقم

*...... معمر ...... عن قتادة ...... عن النضر بن انس ...... عن ابيه (انس بن مالك)

ان سندوں میں قتادہ کے شیخ اور پھر نضر بن انس کے شیخ میں اضطراب ہے۔ جبکہ ہشام کی سند منقطع ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے قتادہ نے قاسم اور نضر بن انس دونوں سے سنا ہو۔ (جامع ترمذی)

متن میں اضطراب کی مثال (بحوالہ تدریب الراوی):...... ((شَرِيكٌ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رضی اللہ عنہا قَالَتْ سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الزَّكَاةِ فَقَالَ: "اِنَّ فِي الْمَالِ لَحَقًّا سِوَى الزَّكَاةِ".)) سنن ترمذی ابواب الزکاۃ (٦٥٩)

(یعنی مال میں زکاۃ کے سوا بھی حق ہے (عام صدقات وغیرہ)۔ مگر متن ابن ماجہ میں اسی سند سے یوں مروی ہے: "لَيْسَ فِي الْمَالِ حَقٌّ سِوَى الزَّكَاةِ" (یعنی مال میں زکوۃ کے سوا اور کوئی حق نہیں) حافظ عراقی کہتے ہیں کہ یہ ایسا اضطراب ہے جس کی کوئی تاویل نہیں کی جا سکتی۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الزکاۃ، (١٧٨٩).

❷ جیسے کہ مشکوۃ المصابیح کتاب العلم میں جناب کثیر بن قیس کی روایت ہے۔ مگر جامع ترمذی میں ان کا نام قیس بن کثیر آیا ہے۔

اسی طرح ایک صحابی ہیں مرہ بن کعب السلمی پہلے بصرہ اور پھر اردن میں مقیم رہے۔ ان کا نام بعض مقامات پر کعب بن مرہ آیا ہے۔

متن میں قلب کی مثال معروف حدیث "سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهِ......" میں صحیح مسلم میں قلب ہوا ہے کہ ...... وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ أَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ يَمِينُهُ مَا تُنْفِقُ شِمَالُهُ ...... ⇐⇐⇐

المصحّف: جس حدیث کا کوئی لفظ خواہ متن کا ہو یا سند کا، کسی ایسے لفظ سے بدل جائے جو صورتِ خطی میں تو پہلے لفظ سے ملتا جلتا ہو لیکن تلفظ میں اس سے مختلف ہو۔ جیسے شُریح، سُریج۔ ❶

المحرّف: جس حدیث کا کوئی لفظ کسی ایسے لفظ سے بدل جائے، جس کی عام طور پر شکل وصورت پہلے لفظ سے ملتی جلتی ہو لیکن ایک یا دو حرفوں کا اختلاف ہو۔ جیسے حفص اور جعفر یا سعید اور شعبہ۔ ❷

⇦⇦⇦ یعنی ایک وہ آدمی جو صدقہ دیتا ہے، چھپا کر (اس قدر کہ) اس کے دائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں ہوتی کہ بائیں نے کیا خرچ کیا......۔ (مسلم: ۲۴۲۷) حالانکہ صحیح بخاری میں "حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ" ہے۔

❶ اسی طرح العوام بن مراجم (راء مہملہ جیم منقوطہ کے ساتھ) ہے مگر کسی جگہ امام ابن معین رحمہ اللہ سے العوام بن مزاحم (زای منقوطہ، حاء مہملہ کے ساتھ) روایت ہوا ہے۔

نیز حدیث......مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَ اَتْبَعَهُ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ...... صحیح مسلم، الصیام (۲۷۵۸) ترمذی، ابواب الصیام (۷۵۹) میں جناب صُولی رحمہ اللہ نے اسے "شیئًا" کے لفظ سے روایت کیا ہے۔

نیز حدیث......اِحْتَجَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِی الْمَسْجِدِ (رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں اوٹ بنائی) ابو داود، الصلاة، باب فی فضل التطوع فی البیت. مگر عبداللہ ابن لہیعہ نے اسے "اِحْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ" روایت کیا (رسول اللہ ﷺ نے سینگی لگوائی)۔

❷ اسی طرح حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں ہے "رُمِيَ أُبَيٌّ يَوْمَ الْأَحْزَابِ عَلٰی أَكْحَلِهِ فَكَوَاهُ" (صحیح مسلم، الطب، باب لکل داء دواء (۵۷۴۷) (غزوہ احزاب میں میرے والد کی رگ اکحل (کلائی کی رگ) پر تیر لگ گیا تھا تو پھر اس زخم پر داغ لگایا گیا)۔ اسے جناب غندر نے "رُمِيَ أَبِيْ" بنا دیا۔

اور راویوں میں سے یزید اور بُرید، بشیر اور یُسیر۔ اس کی مثالیں ہیں۔

اسباب الطعن

وہ اسباب جن کی بنا پر کسی راوی کی حدیث ضعیف بن جاتی ہے، دس ہیں:

(۱) الکذب	(۲) تهمة الكذب
(۳) فحش الغلط	(٤) شدة الغفله
(٥) الفسق	(٦) الوهم
(۷) مخالفة الثقات	(۸)الجهاله
(۹) البدعة	(۱۰) سوء الحفظ [1]

الکذب: اس کی تعریف موضوع کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

تهمة الكذب: اس کی تعریف متروك کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

فحش الغلط: راوی کی غلطیوں کا اصابت سے زیادہ ہونا۔ [2]

شدة الغفلة: روایت کے سننے اور سنانے میں غفلت سے کام لینا۔ [3]

الفسق: فسق خواہ قولی ہو یا فعلی۔ [4]

---

[1] ان میں سے پانچ کا تعلق راوی کی عدالت سے ہے، یعنی: "کذب، تهمة الكذب، الفسق، البدعة اور الجهالة۔"
اور دیگر پانچ کا تعلق راوی کے ضبط سے ہے، یعنی: "فحش الغلط، شدة الغفلة، الوهم، مخالفة الثقات اور سوء الحفظ۔"

[2] اصابت: یعنی صحیح اور درست بیان کرنا۔ ایک معروف راوی الحارث الاعور کو "فاحش الغلط" کہا گیا ہے۔ یعنی غلطیاں بہت کرتا ہے۔

[3] مثلاً ایک راوی ہے احمد بن الحباب، ابوعمرو القرطبی۔ امام ابن حزم کا اس کے متعلق یہ تبصرہ ہے کہ "كَانَ شَدِيْدَ الْغَفْلَةِ" (لسان الميزان: ۱/۱٤۷ ترجمه: ٤٧٠) یعنی انتہائی غافل قسم کا آدمی تھا۔

[4] مثلاً ایک راوی جمیل بن الحسن الاہوازی کو الکامل فی الضعفاء (۱/۲۲۹) میں "کذاب، فاسق، فاجر" کہا گیا ہے۔

الوهم: روایت بیان کرتے وقت اوہام میں مبتلا ہونا۔ ❶

مخالفة الثقات: جب کسی حدیث کے بیان کرنے میں ثقات کا شریک ہو تو عام طور پر ان کا موافق نہ رہ سکے۔ ❷

الجهالة: کسی راوی کی ذات یا اس کے حالات متعلقہ جرح وتعدیل کا معلوم نہ ہونا۔

صاحب جہالۃ کی تین قسمیں ہیں:

المبهم: جس راوی کا نام ونسب ذکر نہ کیا گیا ہو۔ جیسے "أخبرني الثقة"۔ ❸

مجهول العين: جس سے روایت لینے والا صرف ایک ہی شخص ہو۔ ❹

مجهول الحال: جس سے روایت لینے والے تو کئی ہوں مگر اس کے بارہ میں جرح و تعدیل معلوم نہ ہو، اسے "مستور" بھی کہتے ہیں۔ ❺

البدعة: راوی کا اس چیز کے خلاف اعتقاد رکھنا جو نبی اکرم ﷺ سے ثابت اور متوارث ہو۔ ❻ اور یہ مخالفت بطریق عناد بھی نہ ہو۔ مبتدع راوی کی روایت جمہور محدثین حسب ذیل شرائط کے ساتھ قبول کرتے ہیں:

---

❶ مثلاً مسلم بن خالد الزنجی، اہل مکہ کے امام اور ان کے مفتی تھے، مگر اوہام کا شکار تھے۔ التقریب میں ہے: فقيه، صدوق، كثير الاوهام۔

❷ مثلاً اشعث بن عطاف کے متعلق آتا ہے کہ "يُخَالِفُ الثِّقَاتَ في الاسانيد" ثقات کی مخالفت کرتا تھا۔ (لسان الميزان: ١/٤٥٦)

❸ مثلاً اخبرنا الشافعي اخبرني الثقة من اهل المدينة انه اثبت له كتاب عن ابي هريرة ...... (کہ امام خطبۂ عید میں اکاون یا ترپن تکبیریں کہے۔ (البيهقي) اس روایت کی سند میں امام شافعی رحمہ اللہ کے استاذ کا نام ونسب مذکور ومعلوم نہیں۔

❹ مثلاً: أَيُّوبُ بْنُ خَالِدِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ "قَالَ أَكْتُمِ الْخِطْبَةَ" (صحيح ابن خزيمة: ١٢٢٠) نکاح کے پیغام کو پوشیدہ رکھو اور استخارہ کرو...... اس سند کے بارے میں علامہ البانی کہتے ہیں کہ ایوب بن خالد ضعیف اور اس کا باپ مجہول العین ہے۔ دیکھیے! سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة: ٦/٤٠٩، رقم ٢٨٧٥.

❺ مثلاً بئر بضاعہ کی حدیث میں "عُبَيْدُاللهِ بْنُ عَبْدِاللهِ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ ...... اس سند میں عبیداللہ مجہول الحال ہے کہ اسے سوائے ابن حبان کے اور کسی نے ثقہ نہیں کہا۔ ⇐⇐⇐

(۱)...... مذکور راوی میں اس بدعت کے علاوہ اور کوئی صفت موجب رد نہ ہو۔

(۲)...... بدعت کا داعی نہ ہو۔

(۳)...... جس روایت کے بیان کرنے میں وہ متفرد ہے، اس کے بدعی عقیدہ کی مؤید نہ ہو۔ [1]

سوء الحفظ: راوی کی قوت حافظہ کا خراب ہونا۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

سوء الحفظ اصلی: جو فطری ہو۔ ایسے راوی کی کوئی بھی روایت جس کے بیان کرنے میں وہ منفرد ہو، مقبول نہیں۔ [2]

سوء الحفظ طارئ: جو کسی حادثہ یا بڑھاپے کے سبب سے عارض ہو۔ اسے "اختــــلاط" کہتے ہیں اور ایسے راوی کو مــختـلـط۔ ایسے راوی کی وہ روایت جو اختلاط کے بعد کی ہو، غیر مقبول ہے یا جس روایت کے متعلق یہ معلوم نہ ہو سکے کہ اختلاط سے پہلے کی ہے یا بعد کی۔ [3]

⇐⇐⇐(ارواء الغليل، الطهارة: ١/ ٤٥، رقم: ١٤).

[6] مثلاً یہ کہ قرآن کریم مخلوق ہے۔ یا سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما خلیفۂ راشد نہ تھے۔ یا یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ عز وجل نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ میں حلول کیا، وغیرہ۔ (پہلی دو مثالیں بدعت مفسقہ کہلاتی ہیں اور آخری مثال بدعت مکفرہ کی ہے اور بدعتِ مکفرہ کے مرتکب کی روایت بالاتفاق قابل قبول نہیں۔

[1] خیال رہے کہ صحیحین میں ہی کئی راوی ایسے ہیں جنہیں بدعتی کہا گیا ہے مگر مذکورہ شرائط کے مطابق وہ اپنی بدعت کے داعی نہ تھے اور نہ ہی یہ احادیث ان کے کسی بدعی عقیدہ کی تائید کرتی ہیں۔ (شرح شرح نخبة الفكر للقاري: ١/ ٥٢١)

[2] مثلاً عاصم بن عبید اللہ بن عاصم بن عمر بن الخطاب، اس کے بارے میں امام ابن حبان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ "سيء الحفظ، كثير الوهم، فاحش الخطأ، فتُرِكَ مِن أجلِ كثرة خطائه" حافظے کا انتہائی کمزور، بہت زیادہ وہم میں مبتلا ہو جانے والا اور بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا اپنی کثرتِ خطا کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا ہے۔
(تهذيب التهذيب، ج: ٥)

[3] مثلاً ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ بخاری کے رجال میں سے ہیں۔ مگر جب بوڑھے ہو گئے تو حافظہ کمزور ہو گیا تھا۔ البتہ ان کا کتاب سے روایت کرنا بالکل صحیح ہے۔ (تقريب التهذيب)
ایسے ہی عبداللہ بن لہیعہ رحمہ اللہ کی کتابیں جل گئی تھیں تو ان کے حافظہ میں کمزوری آ گئی۔
اور شریک بن عبداللہ القاضی، جب قضاء کی ذمہ داریوں میں مشغول ہو گئے تو ان کا (احادیث کے بارے میں) حافظہ کمزور ہو گیا تھا۔ (تقريب التهذيب)

الجرح والتعدیل ❶

الجرح: کسی راوی کی وہ کمزوریاں بیان کرنا جو اس کی روایت کے رد کا موجب ہو سکیں۔

جرح قبول کرنے کے لیے دو شرطیں ہیں۔

(۱) جرح کرنے والا جرح کے اسباب کا عالم، دیانت دار اور منصف ہو۔

(۲) جرح مُفَسَّر ہو۔ یعنی جرح کا سبب واضح کیا گیا ہو۔ جیسے کاذب، سيّءُ الحِفْظِ وغیرہ۔ جس جرح میں سبب نہ بیان کیا جائے، اسے جرح مبہم کہتے ہیں۔

اگر یہ دونوں شرطیں یا ان میں سے کوئی ایک شرط نہ پائی جائے تو وہ جرح مردود ہے۔ مگر جس شخص کے بارے میں کسی قسم کی تعدیل نہ مل سکے، تو اس کے حق میں ایسی جرح کے اِہمال سے اِعمال بہتر ہے، ورنہ ایسا راوی ویسے ہی جہالت کی وجہ سے "مردود الروایہ" ہے۔

التعدیل: کسی راوی کی وہ صفات بیان کرنا جن کی بنا پر اس کی روایت مقبول بن سکے، اسے "التوثیق" بھی کہتے ہیں۔ تعدیل کے قابلِ قبول ہونے کے لیے معدِّل کا اسباب جرح وتعدیل کا عالم، دیانت دار اور منصف ہونا شرط ہے۔

جب جرح مقبول اور تعدیل مقبول متعارض ہو جائیں تو اکثر ائمہ کے نزدیک جرح مقدم ہے۔

---

❶ اخبار واحادیث اور دیگر واقعات کو باقاعدہ سند کے ساتھ بیان کرنا اور ان کے راویوں کی جانچ پرکھ کرنا، امت محمدیہ کا خاص امتیاز ہے اور جب کوئی راوی مشکوک ہو تو معاملہ اور بھی تاکیدی ہو جاتا ہے۔ سورۃ الحجرات میں ہے:...... ﴿إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا ....﴾ (آیت: ٦) (اگر کوئی بدکردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کرلیا کرو)۔

مراتب الجرح: شدت اور نرمی کے اعتبار سے جرح کے کئی مراتب ہیں۔ سب سے سخت جرح وہ ہے جو اسم تفضیل کے صیغہ سے یا ایسے لفظ سے آئے جو اسم تفضیل کا معنیٰ ادا کر سکے۔ جیسے "أکذب الناس، إلیه المنتهی فی الوضع، هو رکن الکذب" وغیرہ۔ پھر وہ جرح جو مبالغہ کے صیغوں کے ساتھ ہو جیسے دَجّال، وَضّاع، کذّاب وغیرہ اور سب سے کم درجہ کی جرح وہ ہے جو ایسے الفاظ سے ہو جن سے معمولی کمزوری کا اظہار ہو۔ جیسے "لَیِّنٌ، سَیِّءُ الْحِفْظِ، فِیْهِ اَدْنٰی مَقَالٍ" اور ان مراتب کے درمیان اور بھی کئی مراتب ہیں جن کی تفصیل مطوّلات میں ہے۔

مراتب التعدیل: تعدیل کا سب سے اعلیٰ مرتبہ وہ ہے جو اسم تفضیل اور مبالغہ کے صیغوں کے ساتھ ہو۔ جیسے "أوثق الناس، أثبت الناس، إلیه المنتهی فی التثبت" وغیرہ۔ پھر وہ جس میں صفات قبول کو مکرّر ذکر کیا گیا ہو جیسے "ثقة ثقة، ثبت ثبت، ثقة حافظ" وغیرہ۔ اور سب سے کمزور تعدیل وہ ہے جو ادنیٰ مراتب جرح کے قریب ہو۔ جیسے "شیخ، یُرْوٰی حَدِیْثُهٗ، یُعتَبربه" وغیرہ اور اس میں بھی کئی درمیانی مراتب ہیں۔

التابع و الشاهد و الاعتبار

التابع: وہ راوی جو کسی ایسے راوی کے موافق روایت کرے جس کے متعلق تفرد کا گمان کیا گیا تھا، بشرطیکہ ان دونوں کی روایت ایک ہی صحابی سے ہو [تو] اس موافقت کو "متابعت" کہتے ہیں۔ متابعت کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ متابعت تامہ: موافقت کرنے والا دوسرے راوی کے شیخ ہی سے روایت کرے۔

۲۔ متابعت قاصرہ: موافقت کرنے والا دوسرے راوی کے شیخ سے نہیں بلکہ اوپر کے کسی راوی سے روایت کرے۔

الشاهد: اگر کسی حدیث پر غرابت کا گمان کیا گیا ہو اور کسی دوسرے صحابی سے اس کے موافق روایت مل جائے، تو اس دوسری روایت کو "شاھد" کہتے ہیں۔ ❶

بعض علماء "متابعت" کا اطلاق موافقت لفظی پر کرتے ہیں خواہ دوسرے صحابی سے ہی کیوں نہ ہو اور "شاھد" کا اطلاق موافقت معنوی پر کرتے ہیں، خواہ ایک ہی صحابی سے کیوں نہ ہو۔

الاعتبار: کسی حدیث کے لیے کتب حدیث سے متابع اور شاھد تلاش کرنا۔ ❶

---

❶ مندرجہ ذیل مثال میں غور کیجیے کہ اس میں متابعت تامہ، قاصرہ اور شاہد سب ہی جمع ہیں:
((عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اَلشَّهْرُ تِسْعٌ وَ عِشْرُوْنَ، فَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ، وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ.)) صحيح بخاری الصوم (١٩٠٦) (كتاب الأم بحواله شرح نخبة).
"یعنی مہینہ انتیس دنوں کا بھی ہوتا ہے تو چاند دیکھ کر روزے شروع کرو اور چاند دیکھ کر ہی ختم کرو، اور اگر چاند غائب رہے تو تیس دن کی گنتی پوری کرلو" ⇦⇦⇦

⇐⇐⇐ بعض لوگوں کو خیال ہوا کہ امام شافعی اس روایت کو امام مالک سے بیان کرنے میں منفرد ہیں، تو انہوں نے اس روایت کو امام شافعی کی غرائب (تفردات) میں شمار کیا ہے۔ مگر بعد از اعتبار (یعنی جستجو، تلاش اور تحقیق) امام شافعی کے لیے متابعت تامہ، قاصرہ اور شاہد سب ہی مل گئے۔

صحیح بخاری میں ہے: ((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيِّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ .)) صحيح بخاري، الصوم (١٩٠٧).

اس سند میں عبداللہ بن مسلمہ امام شافعی رحمہ اللہ کے متابع ہیں۔ چونکہ ان دونوں حضرات کی سند ایک ہی ہے، تو یہ متابعت تامہ ہوئی۔

اور ابن خزیمہ کی روایت میں ہے "عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيْهِ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ...... فَكَمِّلُوْا ثَلَاثِيْنَ" اس سند میں صرف عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ موافقت ہوئی ہے، نہ کہ پوری سند میں، تو یہ متابعت قاصرہ کی مثال ہے۔ صحيح ابن خزيمة (١٩٠٩).

اور سنن نسائی کی روایت ہے: ((مُحَمَّدُ بْنُ حُنَيْنٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ...... فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ .)) سنن نسائي كتاب الصوم، (٢١٢٤) اس سند میں جناب ابن عباس رضی اللہ عنہما سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مؤید ہیں۔ اس روایت میں چونکہ صحابی مختلف ہے، اس لیے اسے شاھد کہیں گے۔ (شرح نخبة الفكر)

❻ مثلاً: ((عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده .)) کی سند کے بارے میں امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ہر سنی ہوئی حدیث روایت کر دیا کرتے تھے۔ ان کی روایات میں بہت سی منکر بھی ہیں، تاہم "يكتب حديثه، يعتبر به" (یعنی ان کی حدیث لکھی جاتی ہے اور اس کا اعتبار کیا جاتا ہے یعنی دیگر احادیث کی تائید مل جائے تو اس کی حدیث صحیح اور معتبر بن جاتی ہے۔ (تهذيب التهذيب، ج: ٨٠).

العالی و النازل

اگر ایک حدیث کی دو سندوں میں سے ایک سند کے واسطے دوسری سند کی نسبت کم ہوں تو کم واسطوں والی سند کو "العالی" اور زیادہ واسطوں والی کو "النازل" کہتے ہیں۔
اگر یہ کمی بیشی رسول اکرم ﷺ کی نسبت سے ہو تو اسے علو و نزولِ مطلق کہتے ہیں اور اگر کسی صاحبِ تصنیف یا صاحبِ صفاتِ عالیہ امام کی نسبت سے ہو تو اسے علو و نزولِ نسبی کہتے ہیں۔ ❶

علوّ کی ضمنی اصطلاحات

الموافقہ: کسی مصنف کی روایت کو اس کے شیخ سے مصنف کے واسطہ سے نہیں بلکہ دوسرے طریق سے لینا۔ ❷

البدل: مصنف کی کسی روایت کو اس کے استاذ کے شیخ سے لینا۔ ❸

---

❶ امام احمد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: سندِ عالی کا حصول اسلاف محدثین کا معمول رہا ہے۔ (علوم الحدیث، ابن الصلاح)

❷ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ شرح نخبۃ الفکر میں لکھتے ہیں کہ مثلاً امام بخاری اپنے شیخ قتیبہ عن مالک کی سند سے کوئی روایت بیان کریں تو اس سند سے ہمارے اور شیخ بخاری قتیبہ کے درمیان آٹھ واسطے آتے ہیں۔ یہی حدیث اگر ہم امام بخاری کے دوسرے استاذ ابو العباس سراج عن قتیبہ کی سند سے روایت کریں تو ہمارے اور قتیبہ کے درمیان سات واسطے ہوں گے۔ چنانچہ ہمیں امام بخاری کے ساتھ ان کے شیخ قتیبہ میں موافقت حاصل ہوگی اور کم واسطوں کی بناء پر ہماری یہ سند عالی ہوگی۔

❸ مثلاً کوئی شخص کسی معروف محدث مصنف کے شیخ الشیخ تک اپنی سند کو کم تر واسطوں سے پہنچائے اور مصنف کی سند کے مقابلے میں اس کی سند کے واسطے کم ہوں۔ مثلاً حافظ ابن حجر بیان کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا مثال (الموافقہ) کی سند کے بالمقابل اگر ہمیں کوئی ایسی سند حاصل ہو جو قعنبی عن مالک تک جا پہنچتی ہو اور دونوں سندوں کا اجتماع قتیبہ کی بجائے اس کے شیخ قعنبی پر ہوتا ہو تو اس صورت کو "البدل" کہا جائے گا۔

المساواۃ: کسی مصنف کی بیان کردہ روایت کو دوسری ایسی سند سے روایت کرنا جس کے واسطوں کی گنتی مصنف کی سند کے برابر ہو۔ ❶

المصافحہ: کسی مصنف کی بیان کردہ روایت کو دوسری سند سے بیان کرنا جس کے واسطوں کی گنتی مصنف کے شاگرد کے واسطوں کے برابر ہو۔

❶ مثلاً شرح نخبہ میں ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: بالفرض نسائی رحمہ اللہ ایک حدیث روایت کریں اوران کے اور نبی ﷺ کے مابین گیارہ واسطے ہوں اور ہمیں وہی حدیث کسی اور سند سے حاصل ہو جائے جس کے واسطے بھی گیارہ ہی ہوں، تو ہم امام نسائی کے ساتھ گنتی کے اعتبار سے ''مساوی'' ہوں گے اوراس صورت کو "المساواۃ" کہتے ہیں۔''

اقسام تحمل الحدیث

السماع من لفظ الشیخ: حدیث استاد کے منہ سے سننا۔

القراء ۃ علی الشیخ: شاگرد کا استاد کے سامنے حدیث پڑھنا۔

الاجازۃ: شیخ کا اپنے شاگرد کو اپنی کل یا بعض مرویات روایت کرنے کی اجازت دینا۔

المکاتبۃ: شیخ کا اپنے تلمیذ کی طرف حدیث لکھ کر بھیجنا۔

المناولۃ: شیخ کا اپنے شاگرد کو کتاب دینا۔

الوِجادۃ: شیخ کے خط سے لکھی ہوئی حدیث پالینا۔

الإعلام: محدث کا کسی کو بتانا کہ فلاں کتاب یا فلاں روایت میری مرویات سے ہے۔

الوصیۃ بالکتاب: محدث کا بوقت موت یا سفر اپنی کتابوں کے متعلق کسی شخص کے لیے وصیت کر جانا۔

آخری چاروں صورتوں میں روایات کے لیے اجازت شرط ہے۔

الاجازۃ العامۃ: محدث کا مُجازلہ کی تعیین کے بغیر حدیث کی اجازت دینا۔ مثلاً کہہ دے کہ میں نے ان تمام لوگوں کو روایت کی اجازت دی جو میری زندگی میں پیدا ہوئے۔ یا میں نے فلاں ملک کے لوگوں کو روایت کی اجازت دی۔ یا میں نے ان تمام لوگوں کو اجازت دی جو فلاں شخص کی نسل سے پیدا ہوں گے، وغیرہ۔

جمہور محدثین اس کو توسیع غیر مرضیّ [یعنی ناپسندیدہ] سمجھتے ہیں۔ [1]

[1] یاد رہے کہ اشاعتِ کتب کے اس دور میں ہم جو کتب احادیث بازار سے خرید کر استفادہ کرتے ہیں "الوِجادۃ" کی قسم سے ہے۔

صِيَغُ الْاَدَاءِ

حدیث روایت کرنے کے آٹھ مرتبے ہیں:

(۱) سَمِعْتُ اور حَدَّثَنِیْ (۲) اَخْبَرَنِیْ اور قَرَأْتُ عَلَیْهِ

(۳) قُرِئَ عَلَیْهِ وَ أَنَا اَسْمَعُ (٤) اَنْبَأَنِیْ

(۵) نَاوَلَنِیْ (٦) شَافَهَنِیْ یعنی بِالْاِجَازَةِ

(۷) کَتَبَ إِلَیَّ بِالْاِجَازَةِ

(۸) عن اور ایسے تمام صیغے جو سماع اور عدم سماع دونوں کے محتمل ہیں۔ [1]

---

[1] مثلاً مندرجہ ذیل حدیث میں روایت کے لیے پانچ صیغے استعمال ہوئے ہیں:
امام نسائی کہتے ہیں: "قَالَ الْحَارِثُ بْنُ مِسْكِيْنٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَ أَنَا اَسْمَعُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنُ جُرَيْجٍ يُحَدِّثُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "تَعَافَوا الْحُدُوْدَ فِيْمَا بَيْنَكُمْ...... الخ" (سنن نسائي، حديث: ٤٨٨٦)
(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "حدود کو آپس میں ہی معاف کر کرا لیا کرو...... الخ) امام نسائی کے شیخ حارث بن مسکین کے سامنے حدیث "قراءة" کی جا رہی تھی، اور امام نسائی سن رہے تھے، وہ اپنے شیخ ابن وہب سے صیغہ "عَنْ" سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے شیخ ابن جریج سے "سَمِعْتُ" کے لفظ سے روایت کرتے ہیں اور وہ عمرو بن شعیب سے "يُحَدِّثُ" کے صیغہ سے بیان کرتے ہیں۔

اصطلاحات متفرقہ

مَنْ حَدَّثَ وَ نَسِيَ: محدث کسی وقت ایک حدیث بیان کرتا ہے پھر وہ روایت اور اس روایت کا بیان کرنا اس کے ذہن سے اتر جاتا ہے، اس حد تک کہ جو لوگ اس سے سن چکے تھے، ان کے یاددلانے پر بھی وہ روایت اسے یاد نہیں آتی۔

ایسے محدث سے وہی روایت کرنے والے اگر ثقات ہوں تو وہ روایت مقبول ہے۔ ❶

المزید فی متصل الاسانید: وہ راوی جو کسی سند میں دوراویوں کے درمیان بڑھادیا جائے، حالانکہ سنداس کے بغیر ہی متصل ہو۔ ❷

---

❶ مثلاً سنن ابي داود، ترمذی اور ابن ماجہ (١) میں ہے: ((رَبِيعَةُ بْنُ أَبِيْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ "قَضٰى بِالْيَمِيْنِ مَعَ الشَّاهِدِ.))
"یعنی رسول اللہ ﷺ نے مدعی سے ایک گواہ کے ساتھ قسم لے کر فیصلہ فرمادیا۔"

(١) ابو داود، الاقضية، باب القضاء باليمين والشاهد، (٣٦١٠) ترمذي، الأحكام، (١٣٤٤)۔ ابن ماجه، الأحكام، (٢٣٦٨) وقال الألباني صحيح.

عبدالعزیز بن محمد الدراوردی کہتے ہیں کہ ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن نے مجھے یہ روایت سہیل سے بیان کی ..... میں اس کے بعد سہیل سے ملا اور ان سے مذکورہ روایت دریافت کی تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ میں نے کہا کہ مجھے تو ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن نے آپ سے اس اس طرح روایت کی ہے۔ چنانچہ بعدازاں جناب سہیل مذکورہ روایت کو مندرجہ ذیل انداز میں بیان کیا کرتے تھے:
"حَدَّثَنِيْ عَبْدُالْعَزِيْزِ عَنْ رَبِيْعَةَ عَنِّيْ أَنِّيْ حَدَّثْتُهُ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه مَرْفُوْعًا ......" (یعنی مجھے عبدالعزیز نے ربیعہ سے یہ حدیث بیان کی، کہ میں نے انہیں یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا بیان کی تھی)۔

❷ یہ صورت مرسل خفی کے بالمقابل ہے کہ اُس میں راوی کا اپنے معاصر سے لقاء یا عدم لقاء معلوم نہیں ہوتے، اور وہ روایت کررہا ہوتا ہے۔ جبکہ یہاں کسی راوی کا اضافہ کررہا ہوتا ہے...... مثلاً "اِبْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ بُسْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ أَبِيْ إِدْرِيْسَ عَنْ وَاثِلَةَ عَنْ أَبِيْ ⇐⇐⇐

روایت الاقران: ایک راوی کا روایت کے متعلقہ امور (سن۔ ملاقاتِ مشائخ وغیرہ) میں اپنے برابر کے راوی سے روایت لینا۔ ❶

المُدَبَّج: مذکورہ بالا صورت میں دونوں راویوں کا ایک دوسرے سے روایت لینا۔ ❷

⇐⇐⇐ مَرْثَدٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: لَا تَجْلِسُوْا عَلَى الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوْا اِلَيْهَا" صحيح مسلم، الجنائز، (٢٢٥١). (یعنی نہ قبروں پر بیٹھو اور نہ ہی ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو)۔

اس سند میں دو جگہ اضافہ ہو گیا ہے:

ایک سفیان کا جو ابن المبارک کے کسی شاگرد نے کیا ہے، اور دوسرا ابو ادریس کا جو ابن المبارک کا وہم ہے۔ (تدريب الراوى للسيوطى: ٢/ ٦٦١، النوع السابع والثلاثون معرفة المزيد۔ الباعث الحثيث لابن كثير: ١/ ١٧٧، النوع التاسع والثلاثون.)

ملاحظہ: ...... یہاں ایک اور اہم اصطلاح بھی یاد رکھنے کے لائق ہے۔ جسے "زيادة الثقة" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یعنی کوئی قابل اعتماد راوی بعض اوقات کسی حدیث میں کوئی لفظ زیادہ کر دیتا ہے۔ جو بعض دوسرے بیان نہیں کرتے۔ تو اگر یہ اضافہ دیگر صحیح احادیث کے خلاف نہ ہو تو قبول کر لیا جاتا ہے۔ ورنہ نہیں۔ مثلاً سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ:

((قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هٰذَا جِبْرِيْلُ يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ۔ قَالَتْ قُلْتُ: عَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ.)) (متفق علیہ)

"یعنی رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ یہ جبریل ہیں جو تمہیں سلام کہہ رہے ہیں۔ کہتی ہیں کہ میں نے جواب دیا: وعليه السلام ورحمة الله وبركاته"

صحیحین کی بعض روایات میں "وبركاته" کا لفظ موجود ہے اور بعض میں نہیں ہے۔ اس پر امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ((وَزِيَادَةُ الثِّقَةِ مَقْبُوْلَةٌ.)) "اور ثقہ کی زیادتی الفاظ اور اضافہ مقبول ہوتا ہے۔" (رياض الصالحين، باب كيف السلام، حديث: ٨٥٢)

❶ مثلاً سلیمان التیمی رحمہ اللہ کا مسعر سے روایت لینا اور بیان کرنا۔ حالانکہ دونوں ہی برابر کے ساتھی ہیں۔ مگر مسعر کا سلیمان سے روایت کرنا ثابت نہیں۔

❷ مثلاً صحابہ میں سیدہ عائشہ عن ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا

تابعین میں: زہری عن عبدالعزیز اور عبدالعزیز عن الزہری۔

تبع تابعین میں: مالک عن اوزاعی اور اوزاعی عن مالک۔

یہ بھی حضرات ایک دوسرے سے روایات لیتے اور بیان کرتے ہیں۔

روایت الاکابر عن الاصاغر: بڑے طبقہ کے راوی کا چھوٹے طبقہ کے راوی سے روایت لینا۔"روایة الآباء عن الابناء، روایة الصحابة عن التابعین اور روایة الشیوخ عن التلامذہ" اسی باب سے تعلق رکھتے ہیں۔ [1] اور ان صورتوں کے برعکس یعنی "روایة الاصاغر عن الاکابر" اصل طریقہ مسلوکہ ہے۔

السابق و اللاحق: وہ دو راوی جو ایک ہی شیخ سے روایت کریں، لیکن ان دونوں کی موت کا درمیانی عرصہ خاصا لمبا ہو۔ بعض ایسے دو راویوں کی موت کا درمیانی وقفہ ایک سو پچاس سال تک پایا گیا ہے۔ [2]

---

[1] مثلاً صحابی کا تابعی سے روایت کرنا یا باپ اپنے بیٹے سے روایت کرے مثلاً سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اپنے فرزند فضل سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ میں نمازیں جمع کر کے پڑھی / پڑھائی تھیں۔ (صحیحین) یا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کا کعب احبار (تابعی) سے۔ یا خود رسول اکرم ﷺ کا صحابی سے روایت کرنا۔ مثلاً حدیث جساسہ کو تمیم داری سے آپ نے روایت کیا ہے، یہ واضح دلیل ہے کہ بڑا چھوٹے سے روایت کر سکتا ہے۔ لیکن روایت کرنے سے چھوٹے کی افضلیت اور بڑا پن ظاہر و ثابت نہیں ہوتا۔
تابعین میں: زہری اور یحیی بن سعید انصاری کا امام مالک رحمہ اللہ (تبع تابعی) سے روایات لینا ثابت ہے۔

[2] حافظ السِلَفی سے ان کے شیخ ابو علی البردانی نے ایک حدیث روایت کی ہے اور ان کی وفات سن ۵۰۰ھ کے آخر میں ہوئی ہے۔ حافظ السِلَفی کے آخری شاگردان کے نواسے ابو القاسم عبدالرحمٰن بن مکی ہیں، جن کی وفات ۶۵۰ھ میں ہوئی۔ اس طرح ان دونوں شاگردوں کی وفاتوں میں ۱۵۰ سال کا فاصلہ ہے۔ پہلا راوی (ابو علی البردانی) "سابق" اور دوسرا "لاحق" ہے۔
اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ (ف ۲۵۶ھ) اور احمد بن محمد الخفاف النیسا بوری (ف ۳۹۵ھ) دونوں ہی محمد بن اسحٰق السراج (ف ۳۱۳ھ) کے شاگرد ہیں۔ مگر امام بخاری رحمہ اللہ کی وفات پہلے ہوئی ہے اس لیے "سابق" ہیں اور دوسرے "لاحق"۔ اور ان دونوں کی وفاتوں میں ۱۳۷ سال یا اس سے زیادہ کا فرق ہے۔
اسی طرح امام زہری اور احمد بن اسمٰعیل السہمی دونوں ہی امام مالک رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔ مگر ان دونوں شاگردوں کی وفاتوں میں ایک سو پینتیس (۱۳۵) سال کا فرق ہے کہ زہری ۱۲۴ھ میں اور سہمی دو سو انسٹھ ۲۵۹ھ میں فوت ہوئے ہیں۔
معلوم رہے امام زہری رحمہ اللہ امام مالک سے عمر میں بڑے ہیں اور تابعین میں سے ہیں جبکہ امام مالک رحمہ اللہ تبع تابعین میں سے ہیں۔ تو زہری کا امام مالک سے روایت کرنا "روایة الأصاغر عن الاکابر" کی قسم سے ہے۔

المسلسل: وہ حدیث ہے جس کی سند کے تمام راوی صیغۂ ادا میں یا کسی دوسری ایسی کیفیت میں جو روایت سے تعلق رکھتی ہو، متفق ہوں۔ [1]

المتفق والمفترق: وہ ایک سے زائد راوی جن کے اسماء بھی متفق ہوں اور ان کے آباء یا آباء کے ساتھ اجداد کے اسماء بھی متفق ہوں۔ [2]

المؤتلف والمختلف: وہ ایک سے زائد راوی جن کے اسماء صورتِ خطی میں تو ایک جیسے ہوں لیکن تلفظ میں مختلف ہوں۔ [3]

المتشابه: وہ ایک سے زائد راوی جن کے اسماء متفق ہوں، لیکن ان کے آباء کے اسماء لکھنے میں متفق اور تلفظ میں مختلف ہوں۔ یا ان کے آباء کے اسماء تو متفق ہوں لیکن ان کے اپنے اسماء لکھنے میں متفق اور تلفظ میں مختلف ہوں۔ یا ان کے اپنے اور ان کے آباء کے اسماء متفق ہوں، لیکن ان کی نسبتوں میں اتفاق خطی اور اختلاف لفظی ہو۔ [4]

الروایة بالمعنی: کسی حدیث کے مسموعہ الفاظ "کُلًّا یا جـزءً ا" چھوڑ کر صرف اس کا معنیٰ اپنے الفاظ میں بیان کر دینا۔

---

[1] مثلاً حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا تھا: "اے معاذ! میں تم سے محبت کرتا ہوں، لہٰذا ہر نماز کے بعد ان کلمات سے دعا کرنا مت چھوڑا کرو: "اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَ شُکْرِكَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِكَ." (سنن ابی داود: باب الوتر باب فی الاستغفار (۱۵۲۲)).
چنانچہ اس حدیث کے تمام راوی ایک دوسرے کو یہ الفاظ "أَنَا أُحِبُّكَ فَقُلْ" (میں تجھ سے محبت رکھتا ہوں، لہٰذا یہ کلمات پڑھا کرو) ذکر کر کے حدیث بیان کیا کرتے تھے۔ اس طرح یہ روایت "مسلسل بالقول" ہوئی۔

[2] مثلاً عمر بن خطاب کے نام ونسب کے چھ اشخاص ہیں۔ احمد بن جعفر بن حمدان: اس نام و نسب کے چار افراد ہیں۔ اور چاروں ایک ہی دور میں تھے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: تدریب الراوی للسیوطی: ۸۲۶/۲، النوع الرابع والخمسون۔ "المتفق والمفترق" للخطیب البغدادی.

[3] مثلاً سَلام اور سَلّام، مِسْوَر اور مُسَوَّر، البزّاز اور البزّار، سَلْمة اور سَلَمة۔ تفصیل کے لیے مذکورہ حوالہ دیکھیے۔

[4] مثلاً: محمد بن عُقَيل اور محمد بن عَقِيل، شُرَيح بن النعمان اور سُرَيج بن النعمان۔

جمہور ائمہ کے نزدیک روایت بالمعنیٰ اگرچہ اس شرط پر جائز ہے کہ راوی صاحبِ فہم اور نکتہ رس ہو اور الفاظ کی تبدیلی سے معانی پر واقع ہونے والے اثر کو سمجھتا ہو، لیکن فضیلت روایت باللفظ میں ہے۔ ❶

اختصار الحدیث: ایک طویل حدیث کا کچھ حصہ چھوڑ دینا۔

ائمہ حدیث کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے بشرطیکہ متروکہ حصہ چھوڑنے سے بقیہ حدیث کے مفہوم پر اثر نہ پڑے۔ اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں یا تو حدیث کا متروکہ حصہ بقیہ حدیث سے معنوی تعلق نہ رکھتا ہو، یا پھر بقیہ حدیث متروکہ حصہ پر دلالت رکھتی ہو۔ ❷

❶ یاد رہے! دوسری زبان میں ترجمہ اور روایت بالمعنیٰ کرتے ہوئے نص حدیث کے الفاظ کی دلالتوں باریکیوں اور عربی زبان کی گرامر کا پورا لحاظ وخیال بھی رکھا جائے۔

❷ مثلاً حدیث ((اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ .)) (بخاری، حدیث: ۱۰) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ یہ مختصر حدیث ہے جبکہ اس کا اگلا حصہ یوں ہے: ((وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ .)) (اور حقیقی) مہاجر وہ ہے جو وہ چیزیں چھوڑ دے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

آداب الشيخ والسامع

شیخ اور تلمیذ دونوں کے لیے تصحیح نیت اور اخلاص شرط ہے۔ تعلیم اور تعلّم کے سلسلہ میں اغراضِ دنیوی کو داخل نہ ہونے دیں ❶ اور اپنے آپ کو مکارمِ اخلاق سے مزین کریں۔

شیخ کے لیے ضروری ہے کہ جب لوگ اس کے علم کے محتاج ہوں تو تعلیم میں بخل سے کام نہ لے اور مجلس تحدیث میں باوقار ہو کر بیٹھے اور اپنے آپ کو حرکاتِ خفیفہ سے محفوظ رکھے اور کسی شخص کو کسی غرض فاسد کی بنا پر اپنے سے استفادہ کرنے سے نہ روکے۔ ❷ اگر اس کے شہر میں اس سے بڑا عالم موجود ہو تو تلامذہ کو اس سے استفادہ کی تلقین کرے ❸ اور جب بڑھاپے کی بنا پر یا کسی دوسرے عارضہ کے سبب تحدیث میں اوہام اور اغلاط کا خطرہ محسوس کرے تو تحدیث سے رک جائے۔

اور سامع کے لیے ضروری ہے کہ شیخ کا ادب و احترام کرتا رہے اور اسے استفادہ میں اس طرح تنگ نہ کرے کہ وہ افادہ سے اکتا جائے اور ساتھیوں سے اخلاص اور خیر خواہی کا برتاؤ کرے۔ حیا یا تکبر کی وجہ سے استفادہ سے محروم نہ رہے اور ممکن حد تک اپنا وقت بحث و تکرار [مراجعہ] میں صَرف کرے۔ ❹

---

❶ کیونکہ یہ علم علومِ آخرت میں سے ہے نہ کہ علومِ دنیا سے۔ (امام ابن الصلاح)

❷ کیونکہ نیت کا معاملہ بڑا عجیب و دقیق ہے۔ یقین رکھنا چاہیے کہ دین کا علم حاصل کرنے سے اور اس پر ہمیشگی کرنے سے بالآخر نیت صالحہ حاصل ہو جاتی ہے جیسے کہ بہت سے ائمہ و مشائخ سے ثابت ہے۔

❸ طلبہ کو بڑے اور صاحب فضیلت علماء و مشائخ سے ملاقات اور ان سے استفادہ کی ترغیب دینا ایک بڑی فضیلت اور خیر و برکت کا عمل ہے۔ جس میں شیخ و طالب علم دونوں کا اعزاز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اَلـدِّيْـنُ النَّصِيْحَةُ" (دین خیر خواہی کا نام ہے) تو ایک طالب کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا خیر خواہی ہو سکتی ہے کہ وہ کسی بڑے عالم سے استفادہ کر کے اپنا دامن علم و عمل بھر لے۔

❹ افلاطون سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے اس قدر علم کیسے حاصل کر لیا؟ تو انہوں نے جواباً کہا: "میں ⇦⇦⇦

سِنّ التحمّل و الاَدَاء

اس بارے میں اصحاب الحدیث کے اقوال اگرچہ مختلف ہیں، لیکن صحیح یہی ہے کہ تحمل کے لیے صرف تمییز شرط ہے خواہ کسی عمر میں بھی حاصل ہو جائے۔ [1] حتیٰ کہ ایک شخص اگر کفر کی حالت میں معلومات حاصل کرتا ہے تو اسلام لانے کے بعد اس کا ادا کرنا صحیح ہے بشرطیکہ عدالت اور ضبط رکھتا ہو۔ [2]

اور ادا کے لیے استعداد اور اہلیت شرط ہے، کسی عمر کی قید نہیں۔

⇦⇦⇦ نے راتوں میں جاگ جاگ کر اس قدر تیل خرچ کیا ہے کہ تو نے اس قدر شراب نہ پی ہوگی۔" (الفقیه و المتفقه) جناب علقمہ النخعی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہتے ہیں: "حدیث کا خوب مذاکرہ کیا کرو اس کا مذاکرہ و مراجعہ ہی اس کی زندگی ہے۔" (علوم الحدیث، ابن الصلاح) ضروری ہے کہ شیخ ہو یا طالب علم، اس موضوع پر میسر کتب کا باقاعدہ مطالعہ کرتے رہا کریں جو بحمد اللہ کافی تعداد میں میسر ہیں۔

مثلاً جامع بیان العلم و فضله (حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ) اس کا ترجمہ جناب مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی رحمہ اللہ نے "العلم و العلماء" کے نام سے کیا ہے۔

- الجامع لأخلاق الراوی و آداب السامع للخطیب رحمہ اللہ
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم، پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی صاحب
- مسلمان مثالی اساتذہ، مثالی طلبہ، پروفیسر سید محمد سلیم رحمہ اللہ
- امتحان میں کامیابی کے زریں اصول، خواجہ ولید سالک صاحب

[1] جناب محمود بن لبید رضی اللہ عنہ صغار صحابہ میں سے ہیں، بیان کرتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول سے اپنے دہن مبارک میں پانی بھرا اور مجھ پر پھینکا تھا، جبکہ میری عمر پانچ سال تھی۔ (صحیح بخاری، العلم، باب متی یصح سماع الصبیّ: ۷۷).

علاوہ ازیں چھوٹے صحابہ کرام سیدنا حسن، حسین، عبداللہ بن زبیر، ابن عباس، نعمان بن بشیر، سائب بن یزید اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم کی روایات یقیناً مقبول و معتبر ہیں۔

[2] مثلاً ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا واقعہ جو ہرقل رومی کے دربار میں ان کا اس سے مکالمہ ہوا تھا، صحیح بخاری کے شروع میں اس کی پوری تفصیل موجود ہے۔ اسی طرح جناب جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بدر کے قیدیوں کے سلسلہ میں حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز میں سورۃ الطور تلاوت فرما رہے تھے۔ کہتے ہیں کہ یہی وہ پہلا پہلا موقعہ ہے کہ اسلام میرے دل میں گھر کر گیا تھا۔

کتب احادیث کی اقسام

الجامع: جس کتاب میں اسلام سے متعلق ہر قسم کے مباحث موجود ہوں۔ خواہ ان کا تعلق عقائد سے ہو یا احکام سے، تاریخ سے ہو یا تفسیر سے، فتن سے ہو یا ملاحم سے یا بحث الفاظ سے، یا ان کے علاوہ جو مباحث بھی احادیث میں ملتے ہیں۔ جیسے امام بخاری رحمہ اللہ کی "الصحیح" اور امام ترمذی رحمہ اللہ کی "الجامع"۔

السُّنن: جس کتاب میں احادیثِ احکام جمع کی گئی ہوں۔ ❶

المُسْنَد: جس کتاب میں ہر ایک صحابی کی روایات علیحدہ علیحدہ جمع کی گئی ہوں یا کسی ایک صحابی یا کسی ایک جلیل القدر امام کی مرویات یکجا جمع کی گئی ہوں۔ جیسے امام احمد رحمہ اللہ کی "المُسنَد"

الجزء: جس کتاب میں کسی ایک مسئلہ یا ایک نوع کے مسائل پر احادیث جمع کی گئی ہوں جیسے امام بخاری کی "جزء رفع الیدین۔"

الاربعین: جس کتاب میں چالیس احادیث جمع کر دی جائیں۔ ❷

المُستَخرَج: جس کتاب میں کسی ایک کتاب کی احادیث دوسری اسانید سے روایت کی جائیں۔ جیسے "مستخرج الاسماعیلی علی صحیح البخاری."

❶ مثلاً سنن ابی داود، سنن ترمذی (جسے الجامع بھی کہا جاتا ہے) سنن النسائی، سنن ابن ماجہ۔ انہیں سنن اربعہ کہا جاتا ہے۔

❷ مثلاً اربعین النووی ایک بڑی معروف اور مبارک کتاب ہے اور "جامع العلوم والحکم" لابن رجب، اس کی بہترین شرح ہے۔

المُستدرَك: جس کتاب میں کسی مصنف کی ملحوظہ شرائط کے مطابق ایسی صحیح احادیث جمع کی جائیں جو اس مصنف نے اپنی کتاب میں درج نہ کی ہوں۔ جیسے مستدرك حاكم۔ ❶

کتاب العلل: جس کتاب میں معلولہ احادیث، بیانِ علل کے ساتھ نقل کی گئی ہوں۔ ❷ جیسے امام احمد رحمہ اللہ کی کتاب "علل الحديث و معرفة الرجال ."

الأطراف: جس کتاب میں احادیث کا ایک ایک ٹکڑا نقل کر کے ان کی اسانید جمع کی گئی ہوں یا ان کے مخرجین کا ذکر کیا گیا ہو، جیسے حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ کی "الإشراف على معرفة الاطراف" . ❸

التخریج: جس کتاب میں کسی کتاب کی مرویات کی اسانید پر بحث کی گئی ہو۔ ❹

---

❶ ان میں سے اہم ترین شرط یہ ہے کہ حدیث کی سند کے رواۃ وہی ہوں جن سے اصل مصنف نے اپنی کتاب میں بطور احتجاج روایات ذکر کی ہوں۔ جیسے کہ پیچھے مراتب صحیح کے ضمن میں بیان ہوا ہے۔

❷ حدیث معلول اور اس میں علّت کا مفہوم پیچھے ذکر ہو چکا ہے۔

❸ مثلاً حدیث "إنما الأعمال بالنيات" ایک لمبی حدیث ہے۔ اس کا یہ ٹکڑا بیان کیا جائے تو باقی حدیث کی طرف اشارہ ہو جاتا ہے۔

❹ مثلاً تلخيص الحبير فى تخريج احاديث الرافعى الكبير (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ) اور اسی طرح نصب الراية فى تخريج احاديث الهدايه (ابو محمد عبداللہ بن یوسف بن محمد الزیلعی رحمہ اللہ)

ضروری ہدایات

طالب حدیث کے لیے حدیث کے رواۃ سے متعلقہ حسب ذیل معلومات ضروری ہیں۔
رواۃ کے طبقات، تاریخ ہائے ولادت و وفات، اوطان و بلدان، اوقاتِ طلب، رحلات وغیرہ۔

ان معلومات کے بغیر اتصال و انقطاع اسانید میں بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔
اسی طرح رواۃ کے اسماء، نسب، القاب، کنیٰ، نسبتیں اور ان کے اسباب و حقائق کا علم بھی ضروری ہے۔ کیونکہ ان چیزوں سے بے خبری کے باعث بہت ساری غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔
بعض اوقات ایک ہی شخص کے کئی القاب، کنیٰ یا نسبتیں ہوتی ہیں۔ جن سے لاعلمی کی بناء پر وہم ہوتا ہے کہ یہ مختلف رواۃ ہیں ❶ یا کئی مختلف راویوں کا اسم یا لقب یا کنیت یا نسبت یا تمام چیزیں ایک ہی ہوتی ہیں، جس سے ان سب کے ایک ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ ❷
بعض اوقات راوی کی کنیت اس کے باپ کے اسم کے، یا باپ کی کنیت راوی کے اپنے اسم کے موافق ہوتی ہے یا راوی کی کنیت اور اس کی بیوی کی کنیت ایک جیسی ہوتی ہے۔ ❸

---

❶ مثلاً سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالحسن اور کہیں اور ابوالحسین بھی آئی ہے مگر ابوتراب ان کا لقب ہے اسی طرح ایک راوی ہیں عبداللہ بن ابی صالح، انہیں کثرت عبادت کی وجہ سے عبّاد کہا جاتا تھا۔ تو انہیں کہیں کہیں عبّاد بن ابی صالح ذکر کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ ایک ہی آدمی ہے۔ یا مثلاً محمد بن السائب الکلبی معروف مفسر ہے۔ بعض نے اسے اس کے دادا کی نسبت سے محمد بن بشر کہا ہے۔ تو کسی نے حماد بن السائب۔ اور اس کی کنیت کہیں ابوالنصر آئی ہے کہیں ابوسعید اور کہیں ابوہشام۔ حالانکہ یہ سب نام نسب اور کنیتیں ایک ہی آدمی کی ہیں۔

❷ مثلاً غـــنـــدر (بمعنی شور کرنے والا) یہ لقب کئی ایک محدثین کا ہے اور ان سب کا نام محمد بن جعفر ہے۔ ان میں سے ایک بصری ہے۔ ایک بغدادی ہے۔ اور ایک رازی۔ ان کے علاوہ اور بھی ہیں۔

❸ مثلاً ابواسحاق ابراہیم بن اسحٰق۔ اس میں ابراہیم کی کنیت اس کے باپ کے نام کے موافق ہے۔ راوی اور اس کی بیوی کی کنیت ایک جیسی ہو جیسے کہ صحابہ میں ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ ام ایوب۔ اسی طرح ابوالدرداء اور ام الدرداء رضی اللہ عنہم۔

بعض اوقات راوی کو یہی معاملہ اپنے شیخ سے پیش آ جاتا ہے یا راوی اور اس کے باپ یا ساتھ ہی دادا کا نام بھی ایک ہی ہوتا ہے، [1] یا راوی اور اس کے شیخ کا نام یا نام کے ساتھ نسبت بھی مشترک ہوتی ہے۔ [2] ان تمام صورتوں میں ناواقفیت کی بناء پر غلط فہمی کا امکان موجود ہے، اس لیے ان تمام چیزوں کا جاننا ضروری ہے۔ اسی طرح "المتفق و المفترق، المؤتلف و المختلف و المتشابه" کا علم بھی اشد ضروری ہے۔

((وَلْيَكُنْ هٰذَا اٰخِرُ مَا اَرَدْنَا تَحْرِيْرَهُ مِنْ اِصْطِلَاحَاتِ الْمُحَدِّثِيْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ خُصُوْصًا عَلٰى خَيْرِهِمْ وَ سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ.))

---

[1] مثلاً حسن بن حسن بن حسن بن علی بن علی ابو طالب رضی اللہ عنہ۔

[2] مثلاً ایک سند اس طرح ہے عمران عن عمران عن عمران ۔ اس میں پہلا عمران القصیر، دوسرا ابن ملحان اور تیسرا صحابی ہے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ۔

مختصر تذکرہ وتعارف

استاذ العلماء حضرت شیخ الحدیث مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ

یادگارِ سلف، علم وحلم کا پیکر اور زہد واخلاص کا نمونہ

(حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ)

شیخ الشیوخ، اُستاذ العلماء، فخر الاماثل، بقیۃ السلف حضرت مولانا سلطان محمود صاحب (شیخ الحدیث دارالحدیث محمدیہ جلال پور پیر والہ ضلع ملتان) کی شخصیت سلف کی یادگار اور اخلاق وکردار کا ایک حسین پیکر تھا۔ اللہ نے ظاہری حسن ورعنائی سے بھی نوازا تھا۔ اس اعتبار سے ایک نہایت دل آویز، وجیہہ اور بارعب شخصیت کے حامل تھے، جس کے باطن کی صفائی خوفِ الٰہی، زہد وتقویٰ، عبادت وریاضت اور علم وفضل کی ثقاہت ورزانت نے مل کر انہیں اپنے ہم عصروں میں نہایت ممتاز، عوام وخواص کا مرجع اور ایک سربرآوردہ شخصیت بنا دیا تھا۔

طبیعت کے سادہ، مزاج کے مرنجاں مرنج اور باغ وبہار بزرگ تھے، زیورِ حلم سے آراستہ، خود نمائی اور تعلّی سے گریزاں، طلباء کے ساتھ شفقت ومحبت سے پیش آنے والے، اپنوں اور بیگانوں کے مونس وغم خوار، غریبوں کے ہمدرد اور علاقے میں مقبول وہر دل عزیز۔ جس نے قریب سے دیکھا وارفتہ ہوگیا۔ جس نے سنا گرویدہ ہوگیا اور جس نے ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، وہ سو جان سے فدا ہوگیا۔ ایسی شخصیتیں روز روز پیدا نہیں ہوتیں۔ ماہ وسال کی ہزاروں گردشوں کے بعد ہی ایسے نادرۂ روزگار افراد منصۂ مشہور پر آتے ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ان کی یہ خصوصیات عہدِ سلف کی یاد تازہ کرتی تھیں کہ ساری زندگی ایک ہی ادارے کے ساتھ وابستہ رہ کر گزار دی۔ صلے کی تمنا، نہ ستائش کی آرزو۔ بس علم کی لگن، تدریس کا شوق اور داعیانِ دین اور علماء ساز کی مشین۔ شب وروز مصروف۔ ساری تگ ودو کا محور صرف دین اور علوم دین کی تعلیم وتدریس اور نشر واشاعت اور ساری فکر کا محور طلباء اور ان کی خدمت۔ یہی ان کا [illegible] تھا اور یہی ان کا سوز وساز۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ یہی ان کا [illegible] وکل کائنات تھی۔ زیادہ اولاد کے،

بکھیڑے سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بچایا تھا۔ صرف ایک بیٹا تھا جس کی پرورش اور تربیت سے وہ کب کے فارغ ہو چکے تھے اور اس فراغت سے انہوں نے خوب فائدہ اٹھایا اور اپنے آپ کو دینی علوم کی خدمت کے لیے وقف کیے رکھا۔ ۱۹۳۴ء میں وہ دار الحدیث محمدیہ جلالپور پیروالہ میں بہ حیثیت اُستاذ تشریف لائے، اور ۱۹۹۵ء یعنی دم واپس تک اسی سے وابستہ رہے۔ بڑی بڑی پیش کشیں انہیں ہوئیں۔ لیکن انہوں نے کبھی انہیں اہمیت نہیں دی اور یہاں قلیل تنخواہ پر ہی گزارہ کرتے رہے اور اسی بقدر کفاف روزی پر پوری زندگی گزار دی۔ درمیان میں صرف ایک سال کے لیے جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں شیخ الحدیث کی مسند کو رونق بخشی۔ اور وہ بھی مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کے اکابر کے اصرار اور شدید خواہش پر۔ نہ کہ زیادہ مراعات اور سہولتوں کے لالچ میں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عمل اور اخلاص میں برکت عطا فرمائی کہ دار الحدیث محمدیہ جلال پور پیروالہ ایک نہایت دور افتادہ علاقے میں ہونے کے باوجود، جہاں چند سال قبل تک آمد و رفت کے ذرائع بھی نہایت محدود اور پریشان کن تھے، علوم دینیہ کے طلباء کشاں کشاں وہاں پہنچتے اور اس چشمۂ علم سے سیراب ہوتے۔ راہ کی کٹھنائیاں، سفر کی صعوبتیں اور سہولیات کی کمیابی ان فدائیانِ علم کے لیے رکاوٹ نہ بنتیں، بلکہ حضرت الشیخ کے خوانِ علم کی ریزہ چینی کے لیے قریبی علاقوں کے لوگ ہی نہ آتے، دور دراز سے بھی بہ کثرت طلباء آتے اور آپ سے فیض یاب ہوتے۔ حضرت کی شخصیت اور ان کی محنت نے اس مدرسے کو ملک کے ایک معیاری اور مثالی مدرسے کی حیثیت دے رکھی تھی۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم اور ان کے رفقاء کی ان مساعی حسنہ کو قبولیت سے نوازے اور دنیا و آخرت میں اس کا بہترین صلہ انہیں عطا فرمائے۔

اس اعتبار سے دیکھا جائے تو حضرت شیخ الکل میاں سیّد نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے حلقۂ درس کے بعد جس کی وسعت کی تو کوئی انتہا ہی نہ تھی، جو چند بڑے بڑے حلقہ ہائے درس قائم ہوئے اور جن سے اپنے اپنے وقت اور اپنے اپنے علاقے کے لوگ سب سے زیادہ فیض یاب ہوئے، جیسے حافظ عبداللہ محدث غازی پوری، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی اور حافظ محمد گوندلوی نوّر اللہ مرقدہم وغیرہم کے حلقہ ہائے درس۔ ان میں سے ایک حلقۂ درس حضرت الشیخ مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ کا تھا جس سے کثرت سے لوگ فیض یاب ہوئے۔ چنانچہ ملتان کے اضلاع اور قرب وجوار کے علماء کی ایک بہت بڑی اکثریت بالواسطہ یا بلاواسطہ حضرت ہی کے سلسلۂ تلمذ سے وابستہ ہے۔

بہر حال ان کی وفات سے علم و عمل، درس و افتاد، دعوت و تبلیغ اور زہد و اخلاص کی دنیا میں جو

عظیم خلا پیدا ہوا ہے، بظاہر اس کے پُر ہونے کی امید نہیں۔ وہ علم وعمل کا آفتاب تھا جو غروب ہو گیا۔ اخلاق وکردار کا ماہتاب تھا جو حسنِ اخلاق وکردار کی چاندنی بھی ساتھ لے گیا۔ زہد واخلاص کا پیکر تھا جو اب نہایت نایاب وکمیاب ہے اور حکمت ودانائی کا ایک حسین مرقع تھا جس سے اللہ تعالیٰ خاص خاص لوگوں کو ہی نوازتا ہے۔

﴿مَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا﴾

اب ذیل میں مولانا مرحوم رحمہ اللہ کے مختصر سوانح ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ مولانا سلطان محمود صاحب کے والد کا نام حسن خان بلوچ تھا، جو ڈیرہ غازی خان سے آ کر اوچ (بہاولپور) کے قریب آباد ہوئے۔ یہ الکیسرانی کہلاتے تھے۔

۲۔ حضرت مولانا کی پیدائش ۱۹۰۵ء میں ہوئی۔

۳۔ ۱۴ سال تو کھلنڈری میں یوں ہی گزر گئے۔ پندرہویں سال میں تعلیم کا آغاز ہوا۔ بہاولپور ہی کے علاقے لبستی گمانی کے مولانا عبدالمجید رحمہ اللہ اور مولانا حبیب اللہ گمانوی رحمہ اللہ صاحب سے صَرف نحو، فقہ، فلسفہ، منطق وغیرہ علوم پڑھے۔ گمانی شریف میں مدرسہ عربیہ احناف کی طرف سے قائم تھا۔ وہیں یہ حضرات مدرس تھے۔

۴۔ حدیث کی تعلیم مولانا عبدالحق ہاشمی مکی رحمہ اللہ سے حاصل کی جو بعد میں (احمد پور شرقیہ) بہاولپور سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ چلے گئے تھے اور بقیہ زندگی وہیں حرمِ مکہ میں ہی گزاری اور اسی سر زمین مقدس میں ہی آسودۂ خواب ہیں۔ یہ حدیث کے بہت بڑے عالم تھے، صحیح بخاری کی عربی زبان میں ایک مفصل شرح بھی تحریر فرمائی۔ جس کے قلمی نسخے کو ہی ان کے صاحبزادہ گانِ والا تبار نے چھاپ دیا ہے۔

۵۔ مولانا مرحوم آبائی طور پر حنفی تھے جب حدیث پڑھنی شروع کی تو حدیث کی ابتدائی کتاب بلوغ المرام پڑھتے ہی اللہ نے آنکھیں کھول دیں اور تقلید کی پٹی آنکھوں سے اتر گئی اور مسلک اہلحدیث اپنا لیا۔

۶۔ صحاح ستہ، مولانا عبدالحق ہاشمی مکی رحمہ اللہ سے پڑھی اور ان ہی سے اس کی سند حاصل کی۔ تاہم انہیں مولانا عبدالتواب رحمہ اللہ محدث ملتانی، مولانا عبدالحق رحمہ اللہ محدث ملتانی (مولانا شمس الحق رحمہ اللہ محدث ملتانی کے والد) سے بھی اجازۃ الراویۃ حاصل ہے۔

۷۔ جلال پور پیراوالہ میں اولین آمد اس موقع پر ہوئی جب ۱۹۲۸ء میں اس جگہ شیخ الاسلام مولانا

ثناء اللہ رحمہ اللہ امرتسری اور مولانا غلام اللہ گھوٹوی رحمہ اللہ کے درمیان مسئلہ رفع الیدین پر ایک مناظرہ ہوا۔ جس کی رُوداد بھی اسی زمانے میں چھپی تھی۔ اس کے بعد حضرت الشیخ رحمہ اللہ تدریس کے لیے ۱۹۳۴ء میں یہاں تشریف لائے اور زندگی کے آخری لمحے تک اسی سے وابستہ رہے۔ ۸ روپے ماہانہ مشاہرے سے یہاں آغاز ہوا۔ اور آخری دنوں میں ۲۶۰۰ روپے نہیں اعزازیہ ملتا تھا۔

۸۔ مولانا مرحوم نے صحیح بخاری ۵۷ مرتبہ پڑھائی۔ یہ بہت بڑی سعادت ہے۔ جو بہت کم لوگوں کے حصے میں آتی ہے۔

۹۔ حضرت مولانا مرحوم مرکزی جمعیت اہلحدیث کے اکابرین میں سے تھے، وہ ابتدا سے آخر تک اسی سے وابستہ رہے۔ حضرت مرحوم کے مزاج میں جو استقلال تھا اس کا مظاہرہ یہاں بھی دیکھنے میں آیا۔ مرکزی جمعیت اہلحدیث اپنے بعض مرکزی قائدین کے طرزِ عمل کی وجہ سے مختلف حالات اور نشیب وفراز سے گزری۔ لیکن حضرت مولانا چونکہ اسلاف کے طریقے کے مطابق عملی سیاست سے متنفر تھے۔ اور اپنی تمام تر توجہ علمی خدمات اور تدریس پر ہی مرکوز کیے رکھتے تھے۔ اس لیے بعض اقدامات اور بعض اکابر کے رویے سے اختلاف کے باوجود انہوں نے اس سے علیحدگی اختیار کی نہ کسی اور دھڑے سے منسلک ہوئے۔ اگر علماء اسی مزاج اور عادت کو اپنا لیں تو یقیناً بڑھتے ہوئے دھڑے سازی کے رجحان کو روکا جا سکتا ہے۔ یہی رویہ جو حضرت مرحوم نے اختیار کیے رکھا، علماء کے شایانِ شان بھی ہے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق بھی۔

۱۰۔ حضرت مولانا مرحوم کے دو عقد ہوئے۔ پہلا عقدِ نکاح بہاول پور کی عائشہ بی بی رحمہا اللہ سے ہوا۔ یہ اس لحاظ سے ایک تاریخی نکاح تھا کہ عائشہ بی بی رحمہا اللہ کا نکاح پہلے ایک شخص سے ہوا تھا۔ (لیکن غالباً رخصتی عمل میں نہیں آئی تھی) کہ والد کو پتہ چلا کہ جس سے نکاح ہوا ہے وہ مرزائی ہے (یا نکاح کے بعد وہ مرزائی ہو گیا تھا) جس پر انہوں نے اپنی لڑکی عائشہ بی بی رحمہا اللہ کو رخصت کرنے سے انکار کر دیا۔ شدہ شدہ یہ معاملہ عدالت تک پہنچا اور وہ مشہور مقدمہ چلا جو ''مقدمہ بہاول پور'' کے نام سے مشہور ہوا، اور اس میں وقت کے اکابر علماء نے عدالتوں میں حاضر ہو کر مرزائیوں کے کفر کے دلائل پیش کیے۔ علماء کے یہ تمام بیانات اور مقدمے کی تمام تفصیلات ہزاروں صفحات میں محفوظ اور مطبوع ہیں۔ عدالت نے علمائے اسلام کے موقف سے اتفاق کرتے ہوئے فیصلہ دیا کہ مرزائی اور مسلمان کے مابین نکاح نہیں ہو سکتا۔ اور اگر

کوئی نکاح ہوا ہے تو اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں، وہ فسخ ہے۔ اس فیصلے کے بعد مذکورہ عائشہ بی بی رحمہا اللہ ہمارے ممدوح حضرت الشیخ رحمہ اللہ کے حبالۂ عقد میں آئیں۔ ان سے دو لڑکے ہوئے۔ عبدالماجد، جو بچپن میں ہی فوت ہو گئے۔ دوسرے محمد یحییٰ، جو اب پروفیسر محمد یحییٰ کے نام سے مشہور ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر اور علم وعمل میں برکت عطا فرمائے۔ یہ اپنے والد گرامی کے بلا شرکت غیرے، خَلَفِ صالح ہیں اور لاہور میں اقامت پذیر ہیں۔

۱۱۔ عائشہ بی بی رحمہا اللہ کی وفات کے بعد حضرت مرحوم نے ایک اور شادی کی، لیکن اس سے اولاد نہیں ہوئی۔ یہ بی بی بھی حضرت کی حیات ہی میں فوت ہو گئی تھی۔ حضرت مرحوم کی وصیت تھی کہ میری دونوں بیویوں کی قبروں کے درمیان جگہ خالی ہے، مجھے ان دونوں کے درمیان ہی دفن کر دینا۔ چنانچہ ان کی وصیت کے مطابق قبرستان چاہ میراں والا میں دونوں مرحومہ بیویوں کے درمیان ان کو دفنا دیا گیا۔ رَحمهم الله رحمة واسعة ونَوَّرَ قبورهم وبَرَّدَ مضاجعهم.

۱۲۔ ۵ نومبر بروز اتوار، نماز عصر کے بعد ان کا جنازہ اٹھایا گیا۔ اور قبرستان کے وسیع گراؤنڈ میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ جنازہ میں جم غفیر کی شرکت ان کی ہر دلعزیزی اور عند اللہ وعند الناس میں مقبولیت کو واضح کر رہی تھی۔ نہایت دور دراز کے علاقوں سے بھی علماء کی ایک بڑی تعداد نے جنازے میں شرکت فرمائی۔ الحمد للہ راقم کو بھی اس سعادت سے بہرہ ور ہونے کی توفیق ملی۔ نماز جنازہ ان کے صاحبزادے پروفیسر محمد یحییٰ صاحب حفظہ اللہ نے پڑھائی۔

۱۳۔ زندگی میں دو مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی۔ پہلا حج ۱۹۵۲ء میں اور دوسرا ۱۹۷۸ء میں کیا۔ جعله الله حجا مبرورا.

۱۴۔ نصف صدی سے زیادہ عرصے تک دورانِ تدریس یقیناً ہزاروں علماء نے ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیے۔ اس اعتبار سے ان کے تلامذہ ومستفیدین کی تعداد بلا مبالغہ ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ تاہم چند مشہور تلامذہ میں سے حسب ذیل حضرات بھی ہیں۔

مولانا فیض الرحمٰن ثوری، مولانا عزیز زبیدی، مولانا مشتاق احمد دیروی، مولانا محمد اسحاق دیروی، مولانا حسین احمد جلال پوری، صوفی عبداللہ، مولانا عبدالحق بہاول پوری، مولانا عبداللہ راولپنڈی، مولانا محمد صدیق مظفر گڑھی، مولانا عبدالشکور اثری سانگلہ ہل، مولانا عبدالغفار اعوان، مولانا عبدالستار حماد، مولانا عمر فاروق سعیدی، مولانا سعید مجتبیٰ سعیدی، حافظ عبدالمنعم ملتانی، مولانا عبدالرحمٰن چیمہ، مولانا محمد افضل کراچی، مولانا داود فہیم (فیصل آباد)، مولانا محمد ایوب

حیدر آباد، مولانا محمد علی کوٹ کبیری، مولانا عبدالجبار دیروی، حافظ عبدالمتین، (الریاض، سعودی عرب) قاری محمد ایوب شیخوپوری۔ ان کے علاوہ دارالحدیث محمدیہ جلال پور کے حسب ذیل اساتذہ بھی ان کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔

مولانا محمد رفیق اثری، مولانا اللہ یار، مولانا عبدالرشید، حافظ انس، حافظ عبدالحق۔

امید ہے کہ یہ اساتذہ جو حضرت مولانا مرحوم سے نسبت تلمذ بھی رکھتے ہیں اور ان کی رفاقت کا شرف بھی انہیں حاصل ہے۔ دارالحدیث کے تعلیمی معیار کو اپنی محنت اور لگن سے قائم رکھیں گے تاکہ علم کا یہ سرچشمہ حضرت مرحوم کی زندگی کی طرح جاری وساری رہے اور تشنگانِ علم اس سے سیراب ہوتے رہیں۔

۱۵۔ حضرت مولانا مرحوم ایک بہت اچھے خطیب اور داعی بھی تھے۔ چنانچہ تبلیغ و دعوت کا میدان بھی ان کی سرگرمیوں کا مرکز رہا۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات قبول فرمائے اور ان کی کوتاہیوں سے درگزر کرے، ان کی قبر پر اپنی رحمت کی برکھا برسائے۔ اپنی رحمت ومغفرت سے انہیں شادکام اور اپنی رضوان کی سلسبیل سے انہیں سیراب فرمائے۔ ؏

ایں دعا ازمن و از جملہ جہاں آمین باد

[بہ شکریہ "الاعتصام" لاہور (باختصار) حضرت الشیخ کے مفصل سورنح "حضرت مولانا سلطان محمود حیات، خدمات اور آثار" میں دیکھنے کے لائق ہیں جو فضیلۃ الاستاذ الشیخ مولانا محمد رفیق اثری صاحب حفظہ اللہ کی تالیف ہے۔ اور راقم الحروف (عمر فاروق السعیدی) کو حضرۃ الشیخ رحمہ اللہ سے ۱۹۶۶ء سے ۱۹۷۳ء تک بھرپور استفادہ کا موقعہ ملا ہے۔ والحمدللہ رب العالمین]

ہماری دیگر مطبوعات

مثالی مسلمان عورت

مثالی مسلمان مرد

اربعین ابراہیمی

اربعین شمائلی

نورانی قاعدہ

تحفۃ الاحادیث
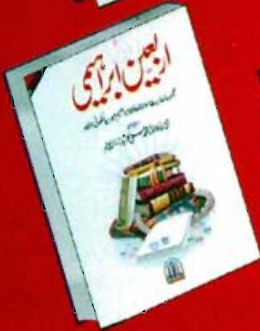
دار الابلاغ

کتاب وسنت کی اشاعت کا مثالی ادارہ